ماہنامہ
طلوعِ اسلام
قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر
لاہور

جنوری 2013ء

الاسلام کا مفہوم

اسلام (مادہ س ل م) کے بنیادی معانی کو غور سے سمجھا جائے تو انہی معانی سے دینِ اسلام کے مختلف گوشے واضح ہو جاتے ہیں۔ یہ سب معانی لغت کی تقریباً سبھی مستند ترین کتابوں میں شامل ہیں۔

(1) سَلِمَ کے بنیادی معنی ہیں اس طرح مکمل ہو گیا کہ پھر کوئی نقص اور کمی باقی نہ رہی۔ یعنی انسانی صلاحیتوں کی پوری پوری نشوونما اور تکمیل۔ ان معانی سے ظاہر ہے کہ الاسلام اس نظامِ حیات کا نام ہے جس سے انسان کی تمام کمیاں پوری ہو جائیں اور اسکی صلاحیتیں پوری پوری نشوونما پالیں۔

(2) اس مادہ کے دوسرے بنیادی معنے ہیں، ہر قسم کی آفات، خطرات اور حوادث سے محفوظ رکھنا۔ خدا کا نام اَلسَّلٰمُ اسی لئے ہے کہ اس نے تمام مخلوق کو اختلال و انتشار سے محفوظ رکھا ہے اور اس کا نظام نہایت حفاظت و صیانت سے چلا رہا ہے۔ ان معنی میں الاسلام میں انسان زندگی کی تمام تباہیوں اور بربادیوں سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔

(3) اَلسُّلَّمُ۔ سیڑھی کو کہتے ہیں یعنی کسی بلندی تک پہنچنے کا قابل اعتماد اور محفوظ راستہ۔ لہٰذا الاسلام میں انسان ارتقائی منازل طے کرتا ہوا نہایت اعتماد اور حفاظت سے بلندیوں تک پہنچ جائے۔

(4) اَلسِّلْمُ کے معنے ہیں صلح اور صفائی کے ساتھ رہنے والا۔ لہٰذا الاسلام میں یہاں انسان خود اپنی ذات میں بھی امن و سلامتی اور صلح و آشتی سے رہے اور ساری دنیا میں امن و سلامتی قائم رکھنے کا موجب ہو۔ وہ سفرِ زندگی میں دوسرے افرادِ معاشرہ کے ساتھ پوری ہم آہنگی سے چلے اور کوئی حرکت ایسی نہ کرے جس سے کوئی دوسرا مشتعل ہو کر معاشرہ کا نظام خراب کر دے۔

(5) اَلسِّلْمُ و السَّلَامُ کے معنے ہیں اطاعت۔ انقیاد۔ سپردگی۔ جھک جانا۔ لہٰذا یہاں الاسلام کے معنے لئے جائیں گے کہ انسان قوانین خداوندی کی پوری پوری اطاعت کرے اور ان کے سامنے اپنا سر ہی نہیں بلکہ دل بھی جھکا دے۔

(6) اِسْتَسْلَمَ ثَکَمَ الطَّرِیْقِ کے معنے ہیں راستہ کے درمیان چلنا اور ادھر ادھر نہ ہونا۔ اس سے قالوسلاما کے معنے ہیں وہ میانہ روی

اختیار کرتے ہیں اور کوئی لغو بات نہیں کرتے۔ لہٰذا یہاں الاسلام میں انسان کا فریضہ بن جاتا ہے کہ پورے پورے اعتدال اور توازن کو اپناتے ہوئے افراط و تفریط سے کام نہ لے۔

(7) اِسْتَلَمَ الزَّرْعُ کے معنے ہیں کھیتی کی بالیں نکل آئیں۔ لہٰذا اس مادہ کے ساتویں معنے ہیں کوششوں کا نتیجہ خیز ہونا۔ ان معنوں میں الاسلام میں انسان کی اس طرح کوششیں ثمر بار ہو جائیں گی اور اس کا کوئی عمل رائیگاں نہیں جائے گا۔

(8) اَلسَّلِمَۃُ اس عورت کو کہتے ہیں جس کے اعضاء نہایت نرم و نازک اور خوشنما ہوں۔ لہٰذا اس مادہ کے آٹھویں معنے ہوئے حسن و خوشنمائی۔ اس طرح الاسلام میں انسان کی اپنی ذات میں بھی حسن (توازن) پیدا ہو جائے گا اور پورے معاشرے میں بھی۔

اَلْاِسْلَامُ' وہ ضابطۂ حیات ہے جسے اللہ نے انسانوں کے لئے تجویز کیا ہے۔ اس کے سوا کوئی ضابطۂ حیات خدا کے نزدیک قابل قبول نہیں۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (ال عمران 3:85)۔ جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور ضابطۂ حیات اختیار کرے گا' اس سے وہ کبھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور (اس کا جی چاہے تو تجربہ کر کے دیکھ لے) وہ آخر کار ضرور نقصان اٹھائے گا۔

انسان کی توجہ کو اس طرف بھی مبذول کرایا گیا ہے کہ فطرت پر غور کرے کہ وہ اسی اسلام کی روش اپنائے ہوئے ہے اور اس سے روگردانی کا خیال تک نہیں لا سکتے۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۔ (ال عمران 3:83)۔ کیا یہ لوگ اللہ کے (متعین فرمودہ) ضابطۂ حیات کے سوا کوئی اور دین چاہتے ہیں۔ حالانکہ تمام اشیائے کائنات کی کیفیت یہ ہے کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب اس کے سامنے طوعاً و کرھاً سربسجود (اسلم) ہیں اور وہ ہر قدم پر اس کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

یہی وہ ضابطۂ حیات ہے جو آخر الامر قرآن کریم میں آ کر مکمل ہوا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ (مائدہ 5:3)۔ آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہوا۔

لہٰذا اب' اس آسمان کے نیچے' خدا کا تجویز کردہ ضابطۂ حیات جسے اس نے الاسلام کہہ کر پکارا ہے' قرآن کریم سے باہر کہیں نہیں۔ اسی دین کے ماننے والوں کو مسلمین کہتے ہیں۔

مجلّہ طلوعِ اسلام کا اجراء 1938ء میں علامہ اقبالؒ کے ایماء اور قائداعظمؒ کی خواہش پر عمل میں آیا

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر



بینک اکاؤنٹ نمبر 7-3082، نیشنل بینک آف پاکستان،
مین مارکیٹ گلبرگ برانچ کوڈ (0465) لاہور

جنوری 2013ء | جلد 66 | شمارہ نمبر 1

مجلسِ ادارت

ڈاکٹر انعام الحق ڈاکٹر منظور الحق

خواجہ ازہر عباس عطاء الرحمٰن ارائیں

قانونی مشیر

ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ

انتظامیہ

چیئرمین ڈاکٹر انعام الحق

ناشر عطاء الرحمٰن ارائیں

مدیر انتظامی

محمد سلیم اختر

قیمت فی پرچہ
-/25 روپے
بدل اشتراک سالانہ
-/300 روپے

بیرونِ ملک
1800 روپے
کینیڈا، امریکہ، آسٹریلیا
2000 روپے

25-B, Gulberg 2, Lahore-54660, Pakistan
Phone: 35714546 Fax: 35764484
Email: idara@toluislam.com
Web Site: http://www.toluislam.com/

پرنٹرز: یمانی پرنٹرز، ریٹی گن روڈ، لاہور۔

فہرست

لمعات:	ادارہ	3
بلیک ہول	راجہ عبدالعزیز خان	4
سیکولر ریاست کے مذہبی عوام	خواجہ ازہر عباس	18
مسلمان مفکرین کی کانفرنس	مقبول محمود فرحت	24
انسانوں پر انسانوں کی حکومت و محکومیت شرک ہے	غلام باری (مانچسٹر)	27
ٹیکنالوجی اور اقتصادی ترقی	ڈاکٹر عطاء الرحمٰن	31
رسومات کے نام پر انسانیت کی رُسوائی	منصور مہدی	34
ابوجہل کے ساتھ ایک مکالمہ!	عطاء الحق قاسمی	38
ایک خط ایک اعتراض	خان محمد حنیف (انگلینڈ)	40
مکتوب بنام مدیر	محمد اکرم راٹھور	46

ENGLISH SECTION

Surah Al-Qalam Durus-al-Qur'an Parah 29: Chapter 6	**By G. A. Parwez (Translated by: Dr. Mansoor Alam)**	**49**

طلوعِ اسلام کا لٹریچر یہاں سے دستیاب ہے

نیچے درج کئے گئے کتب خانوں سے طلوع اسلام ٹرسٹ کی تمام کتب' دروس القرآن کی تمام جلدیں' اسلامی کتابیں اور لائبریری کے لئے تمام موضوعات پر ہمہ قسم کتب رعایتی نرخوں پر خریدنے کے لئے تشریف لائیں۔

1- کلاسک بک سیلرز' 42' دی مال (ریگل چوک)' لاہور۔ فون: 042-37312977' موبائل: 0300-4442226	
2- البلال بک ڈپو' اردو بازار' کراچی۔ موبائل: 0344-2502141	3- شہباز بک ایجنسی' اردو بازار' کراچی۔ فون: 021-32632664
4- مذہبی کتب خانہ' اردو بازار' کراچی۔ موبائل: 0331-2716587	5- شاہ زیب انٹر پرائزز' اردو بازار' کراچی۔ فون: 021-32214259
6- علمی کتاب گھر' اردو بازار' کراچی۔ فون: 021-32628939	7- مکتبہ دارالسلام' اردو بازار' کراچی۔ فون: 021-32212269
8- مکتبۂ دارالقرآن' اردو بازار' کراچی۔	9- محمد علی' کارخانہ اسلامی کتب' اردو بازار' کراچی۔ فون: 021-32631056
10- ایوانِ کتب' اردو بازار' لاہور' فون: 0321-8836932	

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ادارہ

لمعات

قرآن کی بات کون سُنے گا

آپ کو یقیناً معلوم ہوگا کہ لفظ ابلیس کا مادہ ''ب ل س'' ہے جس کے معنی ہیں مایوسی' ناامیدی' شکستہ دلی' افسردہ خاطری۔ ابلیس کا کام یہ ہے کہ وہ مایوسی (Frustration) پیدا کر دے۔ اس نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو بلا تامل کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت پوری دُنیا پر عموماً اور پاکستانی معاشرہ پر خصوصاً مایوسی کا تسلط ہے اور اس نے اپنے ہلاکت آفریں اثرات سے ساری کی ساری فضا کو مسموم کر رکھا ہے۔ پاکستان میں ہر طرف مایوسی چھائی ہوئی ہے اور ہر شخص' اس قوم اور اس مملکت کے مستقبل کے متعلق ناامید نظر آتا ہے۔ چونکہ اس عالمگیر مایوسی میں کسی کو نجات کی کوئی راہ نہیں دکھائی دیتی اس لئے اپنی اپنی خفت کو مٹانے اور اپنے قلبی اضطراب کو جھوٹا فریب دینے کے لئے یہاں ہر طبقہ دوسرے طبقہ کو مطعون کر رہا ہے کہ اس صورت حالات کی پوری ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی ہے۔ یوں تو طبقات مختلف اور متعدد ہو سکتے ہیں' لیکن بنیادی تقسیم کی رو سے طبقے دو ہی رہ جاتے ہیں۔ اوپر کا طبقہ اور نیچے کا طبقہ۔ امیروں کا طبقہ اور غریبوں کا طبقہ۔ حاکموں کا طبقہ اور محکوموں کا طبقہ۔ بالا دستوں کا طبقہ اور زیر دستوں کا طبقہ۔ آپ ان طبقات میں حکومت' اپوزیشن' سول اور ملٹری افسر شاہی کے طبقوں کو بھی شمار کر لیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ یہ ایک دوسرے کو کوستے' چیختے' چلاتے ہوئے روزانہ ہمارے ٹی۔ وی چینلز پر بآسانی نظر آ سکتے ہیں۔ قرآن نے متعدد مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے کہ (معاشرتی اور اُخروی) جہنم میں یہ طبقے کس طرح ایک دوسرے سے جھگڑیں گے اور ایک دوسرے کو اپنی تباہی و بربادی کا ذمہ دار قرار دیں گے۔ زیر دست طبقہ بالا دست طبقہ سے کہے گا کہ ہم تو تمہارے پیچھے چلا کرتے تھے اس لئے تم اس ہلاکت اور تباہی سے بچانے کی کوئی راہ نکالو (40:47)۔ وہ ان سے کہیں گے کہ ہمیں الزام کیوں دیتے ہو؟ ہم نے تمہیں کب کہا تھا کہ تم صحیح راستہ چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کرو۔ مجرم تم خود ہو اور الزام ہمیں دیتے ہو! اس پر زیر دست طبقہ کہے گا کہ تمہاری دن رات کی سازشوں نے ایک ایسا جال بچھا رکھا تھا کہ اس سے کوئی شخص بچ ہی نہیں سکتا تھا۔ اس لئے اگر ہم غلط راستہ پر چل پڑے تھے تو اس کی ذمہ داری بھی تم پر ہی عائد ہوتی ہے (33-31:34)۔ بہر حال ان کا یہ جھگڑنا چیخنا چلانا بیکار ہوگا۔ اس عذاب سے نجات کی راہ کسی کو نہیں مل سکے گی (14:21)۔ آپ غور کریں تو یہ حقیت واضح طور پر سامنے آ جائے گی کہ اس وقت ہمارے معاشرہ کی حالت یہی ہو چکی ہے۔ سارا معاشرہ مایوسیوں کے جہنم میں ماخوذ ہے۔ مختلف گروہ ایک دوسرے کو مورد الزام قرار دے رہے ہیں۔ لیکن اس عذاب سے نکلنے کی راہ کسی کو سجھائی نہیں دیتی۔ قرآن کہتا ہے کہ ایسی حالت میں بھی نجات کی راہ مل سکتی ہے اور یہ خالص وحی کی درخشندہ روشنی میں ہی نظر آ سکتی ہے۔ مگر افسوس اس قیامت کے شور و شغب میں قرآن کی بات کون سنتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

راجہ عبدالعزیز خان (دھیرکوٹ آزاد کشمیر)

بلیک ہول

انسان اور حیوان میں ایک بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ ایک نسل یا ایک زمانے کا انسان اپنے علمی تجربات ومشاہدات کو اگلی نسل تک منتقل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ صلاحیتیں انسان کی اپنی پیدا کردہ نہیں ہوتیں بلکہ خدا کی طرف سے بلا مزد ومعاوضہ ملتی ہیں۔قرآن مجید کے مطابق ابلاغ علم کے دو ذرائع ہیں۔ پہلا تقریر اور دوسرا تحریر۔یعنی اللہ نے انسان کو پیدا کیا اور قوتِ گویائی عطا کی 4-55:3 اور خدا نے انسان کو تحریر (قلم) کے ذریعے اپنے خیالات کو دُور دُور تک پہنچانے کی استعداد بھی دے رکھی ہے 96:4۔ ''خدا نے انسان میں اس قسم کی صلاحیت رکھ دی ہے کہ جس کی بنا پر اس کے لئے ممکن ہو گیا ہے کہ وہ ان (اشیائے کائنات) کا علم حاصل کر سکے.....لہٰذا علم الاسماء کے معنی ہیں اشیائے کائنات کی ماہیت' کیفیت' خواص اور متمیزات کا علم۔ بالفاظ دیگر علوم طبیعی کی تحصیل کی صلاحیت جس میں علوم سائنس کے تمام گوشے آجاتے ہیں'' 2:31 (مطالب القرآن) اللہ کی عطا کردہ اس صلاحیت کو اجاگر کر کے انسان کائنات کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ انسان کے اس اکتسابی علم کے علاوہ ایک اور علم بھی ہے جو علم وحی کہلاتا ہے۔انسان کو اپنی طبیعی ضروریات کے علاوہ اپنی ذات کی نشوونما کے لئے بھی صحیح راہنمائی کی ضرورت ہے۔ یہ راہنمائی خدا کی طرف سے حضرات انبیاء کرامؑ کو وحی کی صورت میں براہ راست ملتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ زریں کی آخری کڑی ہیں جن پر بقول حضرت اقبالؒ نبوت اپنی تکمیل کو پہنچ گئی اور اس تکمیل سے اس نے خود اس خاتمیت کی ضرورت کو بے نقاب دیکھ لیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم کتاب کو مظہر حمدیت قرار دیا ہے۔یعنی ''جب تم اس ضابطہ قوانین پر غور وفکر کرو گے جسے اللہ نے اپنے رسولؐ پر نازل کیا ہے تو تمہاری زبان سے بے ساختہ اس حقیقت کا اظہار ہو جائے گا کہ فی الواقعہ مستحقِ حمد وستائش ہے وہ ذات جس نے ایسا ضابطہ حیات عطا فرمایا ہے جس میں کسی قسم کا پیچ وخم نہیں۔ وہ کاروان انسانیت کو سیدھی راہ (صراط مستقیم) پر چلا کر اس کی منزل مقصود تک پہنچاتا ہے'' 18:1 ''جس ذات اقدس واعظمؐ نے سب سے پہلے خدا کی حمد کو عام کیا اسے بھی احمدؐ کہہ کر پکارا گیا ہے'' 61:6 (مطالب الفرقان) قرآن اور رسولؐ کے ساتھ مومنین کی ایک صفت حامدون بھی

ہے۔(9:112) خدا کی حمد اس کی تخلیق کردہ کائنات پر غور وفکر کرنے سے ممکن ہے۔ لہٰذا مومنین کا یہ بنیادی فریضہ ہے کہ وہ اشیائے کائنات پر تفکر وتدبر کریں' کائنات کے مختلف گوشوں میں ریسرچ کریں اور ان سے حاصل ہونے والے محسوس نتائج کی نفع بخشیوں کو نوعِ انسانی کے لئے عام کر کے حمد خداوندی کا عملی ثبوت دیں۔ ایسے ہی ارباب فکر ونظر کے لئے اللہ کا فرمان ہے۔ ''یہ حقیقت ہے کہ کائنات کی بلندیوں اور پستیوں کی تخلیق میں نیز دن اور رات کی گردش میں صاحبانِ عقل وبصیرت کے لئے حقیقت تک پہنچنے کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔ وہ صاحبان عقل وشعور جو اٹھتے بیٹھتے لیٹتے غرض کہ ہر آن قوانین خداوندی کو سامنے رکھتے ہیں' تخلیق ارض وسماء پر غور وفکر کرتے ہیں اور یوں ریسرچ کرنے کے بعد جب خالق فطرت کی ندرت کاریاں اور نفع بخشیاں ان کے سامنے آتی ہیں تو وہ بے اختیار پکار اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے نشوونما دینے والے! تو نے اس سلسلہ کائنات کو نہ ہی بے مقصد پیدا کیا ہے اور نہ ہی تخریبی مقاصد کے لئے''(3:190-93)۔

نبی اکرمؐ کے مبارک ہاتھوں سے لائے ہوئے عظیم انقلاب کی تاریخ کے اہم پہلوؤں کو قرآن کریم نے اپنی لوح محفوظ میں منقوش اور محفوظ کر رکھا ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم میں حضورؐ کی سیرت عظمیٰ کے بنیادی گوشوں کو بھی محفوظ کر دیا گیا ہے۔ انہی گوشوں کے بکھرے ہوئے موتیوں کو چن چن کر علامہ غلام احمد پرویزؒ نے بڑے ذوق اور شوق کے جذبات سے سرشار ہو کر وجد آفریں اور روحانی کیفیت میں ڈوب کر اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''معراجِ انسانیت'' میں آپؐ کی سیرت طیبہ اور آپؐ کے زمانے کے حالات وواقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کتاب کا ایک مختصر اقتباس میں اپنے ایک مضمون میں دے چکا ہوں۔ اسی محبت وعقیدت میں ڈوبا ہوا ایک اور اقتباس پڑھئے اور میری طرح روحانی لطف اٹھایئے۔ نبی اکرمؐ کے تذکرہ جلیلہ سے قبل وہ گزشتہ انبیاء کرامؑ کے حالات وواقعات پر ایک طائرانہ نظر ڈالنا چاہتے تھے کیونکہ بقول ان کے ''فاران کی وادی میں پہنچ کر جہاں کا ہر سنگ ریزہ جلوہ فروش صد طور اور ہر ذرہ آئینہ نمائے ہزار سینا ہے' اس کی فرصت نہ مل سکے گی۔ اس لئے کہ وہاں قلب کی ہر حرکت صرف نیاز اور نگاہ کی ہر جنبش وقف سجود ہو گی۔ میقات پر پہنچ کر' ہر زائر حریم مقدس کا ولولہ شوق تیز اور عنان گسیختہ ہو جاتا ہے کہ منزل کا قرب اور عید نظارہ کی کشش اس کے رگ وپے میں بجلیاں بھر دیتی ہے۔ لیکن اس مقام پر میرا یہ عالم ہے کہ ذوق وشوق کی تمام برق آسا بے قراریاں اور جذب وکیف کی والہانہ سرمستیاں یکسر حیرت بن گئیں کہ یہ وہ مقام ہے جہاں کا ہر ذرہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا
(معراج انسانیت)

نسل اِنسانی میں بعض جذبات، خواہشات، تصورات اور معتقدات انسان کے ابتدائی دَور سے متوارث چلے آ رہے ہیں۔ اِن میں ایک عجوبہ پرستی بھی ہے۔ چنانچہ انبیاءؑ جب اللہ کی طرف سے نازل شدہ وحی کو اس دعوے کے ساتھ پیش کرتے تھے کہ یہ وحی ان کی یا کسی دوسرے انسان کی فکر کا نتیجہ نہیں بلکہ خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے 4-53:3 تو محسوسات کا خوگر انسان اس کے لئے ثبوت مانگتا تھا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات آ ہی نہیں سکتی تھی کہ اس کی طرح کا ایک انسان جو اسی کی طرح بازاروں میں چلتا پھرتا اور کھانا وغیرہ کھاتا ہے وہ اللہ کا رسول کیسے ہوسکتا ہے 25:7۔ لہٰذا وہ رسولوں سے اس قسم کے دعاوی کی صداقت کے ثبوت میں مرئی اور محسوس نشانیاں (معجزات) مانگتا تھا۔ نبی آخرالزماںؐ کے ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ کیا گیا۔ وہ اپنے دعاوی کو علم و بصیرت سے پیش کرتے تھے۔ 12:108 اور دلیل و برہان کی رُو سے منوانے کی کوشش کرتے تھے۔ آپؐ ثبوت مانگنے والوں کو کہتے تھے کہ میرے دعاوی کا ثبوت خود قرآن پاک ہے۔ اگر تم غور و فکر سے کام لو اور علم و بصیرت کے تحت گہرے شعور و تدبر سے اس کتاب کا مطالعہ کرو گے تو تم پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ یہ انسانی فکر کی تخلیق نہیں اور اس کے تمام دعاوی سچ اور حق پر مبنی ہیں۔ لیکن کورانہ تقلید پرست طبقے کے لئے اتنی محنت و کاوش ممکن ہی نہیں تھی اور نہ ہی وہ اتنی بڑی ''سردردی'' لینا چاہتے تھے اس لئے وہ آسانی کی خاطر اس کے لئے کوئی محسوس نشانی (معجزہ) طلب کرتے تھے۔ ایسا نشان جو خارق عادت اور فوق الفطرت ہو یعنی ایسا واقعہ جو عقل و فکر کو عاجز کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے خارق عادت معجزے کا ہمیشہ انکار کیا اور فرمایا کہ اگر سب انسانوں کو زبردستی مسلمان بنانا مقصود ہوتا تو میرے لئے ایسا کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا کہ سب کو مومن ہی پیدا کرتا۔ 16:93

معجزات کی طلبی ہمیشہ کفار کی طرف سے کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خارقِ عادت معجزات طلب کرنے والوں کو جاہل قرار دیا ہے۔ 6:35 قرآن کا ارشاد ہے کہ کائنات میں کتنے ہی مخصوص نشانات (معجزات) موجود ہیں جن سے یہ منہ پھیر کر گذر جاتے ہیں (اور ان پر غور و فکر نہیں کرتے۔ 12:105۔ کفار قانون کے مطابق رونما ہونے والے کسی بڑے سے بڑے واقعہ کو معجزہ تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ ایسے واقعات اور مظاہر فطرت کو معجزہ (آیت) قرار دیتے ہیں جو

قانون کے مطابق رونما ہوتے ہیں یا قانون کی پیروی کرتے ہیں۔ مثلاً زمین و آسمان کی تخلیق میں، رات اور دن کی گردش میں، سمندر میں چلنے والے جہازوں میں، بارش کے پانی میں، اس پانی سے مردہ زمین کو قابل کاشت بنانے میں، زمین پر جانداروں کو آباد کرنے میں اور ہواؤں کی مختلف سمتوں میں تبدیلی پر نیز فضا میں بادلوں کو مسخر کرنے میں اہل علم و عقل کے لئے معجزات اور نشانیاں ہیں۔ 2:164

گذشتہ صدی میں بلیک ہول (Black Hole) کی دریافت بھی اللہ کی انہی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ یہ ایک ایسا مظہر ہے جو دیکھائی نہیں دیتا لیکن اس سے متعلقہ اکثر قوانین کا ادراک ہو چکا ہے۔ اسٹیفن کے مطابق ''سائنس کی تاریخ میں بلیک ہول جیسی مثالیں شاذ و نادر ہی ملتی ہیں۔ جن میں کسی نظریئے کی درستی کا مشاہدہ ثبوت ملنے سے پہلے، اس کا ریاضیاتی ماڈل اتنی تفصیل سے تیار کیا گیا ہو اور یہی بلیک ہول کے مخالفین کا مرکزی اعتراض بھی تھا کہ ایسے اجسام کا کیسے اعتبار کر لیا جائے جن کا واحد ثبوت اعداد و شمار ہوں اور وہ بھی اضافیت کے مشکوک عمومی نظریے کی بنیاد پر نکالے گئے ہوں''۔ وہ مزید کہتے ہیں۔ "Athough Beckenstain's hypothesis that black holes have a finite entropy regaires for its consistency that black holes should radiate thermally, at first it seems a complete miracle" ایک بھارتی نژاد امریکن ماہر طبیعات رامیش نارائن بلیک ہول کو معجزہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

That is the miracle of a black hole, if you can measure its mass and spin, you, have a sense, obtained the complete story".

ایک اور امریکن ماہر فلکیات 'Steve Nadis' بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

"Black hole's extreme gravity takes us to the very limits of physics and bout as far from every day experience as we can get. At its central singularity, density and curuature race toward infinity, space and time come undone, and the tools of conventional physics are useless."

بلیک ہول کی اصطلاح خاصی نئی ہے۔ اسٹیفن ہاکنگ تفصیل بتاتے ہیں۔۔

"The Term black hole is of very recent origin. It was coined in 1969 by the American scientist John weeler as a graphic discription of an idea that goes back at least two hundred years, to a time where there were two theories about light. One, which Newton favoured, was that it was composed of particle; the other was that it was made of waves. We now know that both theories are correct. By the wave/particle duality of Quantum mechanics, light can be regarded both a wave and particle.

اس تمہید کے بعد وہ کہتے ہیں کہ ''اس وقت تک یہ بات واضح نہیں تھی کہ اگر روشنی پارٹیکل پر مشتمل ہے تو یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ پارٹیکل بھی گریوٹی سے اسی طرح متاثر ہوں گے جیسے توپ کے گولے، راکٹ یا سیارے متاثر ہوتے ہیں۔ شروع میں لوگوں کا خیال تھا کہ روشنی کے پارٹیکلز لامتناہی (Infinitely) تیزی سے سفر کرتے ہیں اس لئے گریوٹی انہیں آہستہ کرنے کے قابل نہیں ہے۔ مگر رومر (Roemer) کی دریافت کہ روشنی محدود رفتار سے سفر کرتی ہے' کا مطلب تھا کہ گریوٹی اس پر اہم اثر ڈال سکتی ہے۔ اسی مفروضے پر کیمبرج کے ڈان جان مچل نے 1783ء میں لندن کی رائل سوسائٹی کے میگزین فلاسیفیکل ٹرانسیکشن میں ایک مقالہ لکھا تھا' جس میں اس نے کہا تھا کہ ایک ستارہ جو بہت بڑی کمیت (Mass) رکھتا ہو اور ٹھوس ہو' گریوٹی کے اتنے طاقتور میدان (Strong gravitational Field) کا حامل ہوگا کہ روشنی فرار نہ ہو سکے گی۔ اور ستارے کی سطح سے خارج ہونے والی روشنی کو زیادہ دور جانے سے پہلے ستارے کی گریوٹی واپس کھینچ لے گی۔ مچل نے یہ بھی تجویز کیا تھا کہ اس طرح کے ستارے بڑی تعداد میں ہو سکتے ہیں لیکن ہم انہیں دیکھ نہیں سکیں گے کیونکہ ان کی روشنی ہم تک نہیں پہنچے گی۔ مگر ہم ان کی گریوٹی کی کشش کو محسوس کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی اجسام کو اب ہم بلیک ہولز کہتے ہیں یعنی "Such objects are what we now call black holes, because that is what they are black voids in space.

یعنی خلا میں تاریک خلا۔

ایک فرانسیسی سائنسدان M-de-Lapalace نے بھی مچل سے الگ اسی طرح کا ایک نظریہ پیش کیا تھا لیکن بعد میں

اس نے اسے ایک احمقانہ خیال سمجھ کر ترک کر دیا تھا۔ روشنی کے پارٹیکل ہونے کا نظریہ بھی انیسویں صدی میں غیر مقبول ہو گیا تھا۔ اس وقت یہ واضح نہیں تھا کہ روشنی گریوٹی سے متاثر ہوتی بھی ہے کہ نہیں۔ اس کی وضاحت بعد میں یوں کی گئی کہ نیوٹن کے نظریہ گریوٹی میں روشنی کو توپ کے گولوں کی طرح سمجھنا مناسب نہیں۔ کیونکہ روشنی کی رفتار مقرر ہے۔ زمین سے اوپر کی طرف جانے والا گولہ گریوٹی کے اثر سے سُست پڑ جائے گا اور آخر کار رُک کر نیچے گرنے لگے گا۔ لیکن ایک فوٹان (Foton) مقررہ رفتار سے اوپر اٹھتا رہے گا۔ یوں نیوٹن کی گریوٹی روشنی کو متاثر نہیں کر سکے گی۔ گریوٹی کے روشنی پر اثر کا مناسب نظریہ اس وقت ملا، جب 1915ء میں آئن سٹائن نے عمومی نظریہ اضافیت نظریہ پیش کیا کہ کائنات میں روشنی کی رفتار (تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ) سے زیادہ کوئی چیز بھی سفر نہیں کر سکتی۔

بلیک ہول کس طرح تشکیل پاتا ہے۔ ان کے مطابق۔

"A star is formed when a large amount of gas (mostly hydrogen) starts to collapse in on itself due to its gravitational attraction. As it contracts the atoms of gas collide with each other more and more frequently and greater and greater speeds - The gas heats up. Eventually the gas will be so hot that when the hydregen atoms collide they no longer bounce off each other, instead coalesce to form helium. The heat released in this reaction, which is like a controlled hydrogen bomle explosion. That makes the star shine. This aditional heat also increses the pressure of the gas untill it is sufficient to balance its gravitational attraction, and the gas stops contracting."

اس بارے میں وہ مزید کہتے ہیں کہ یہ ایک غبارے کی طرح ہے جس کو پھیلانے والے اندرونی ہوا کے دباؤ اور پھیلنے والے ربڑ کے تناؤ میں ایک توازن ہے جو غبارے کو چھوٹا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ ستارے ایک طویل عرصے تک اسی طرح برقرار رہیں گے۔ نیوکلیئر ردعمل سے نکلنے والی حرارت گریویٹیشنل کشش کے ساتھ توازن قائم کرتی رہے گی۔ لیکن ایک

وقت آئے گا جب

"Eventually, however, the star will run out of its hydrogen and other nuclear fuels, paradoxically, the more fuel a star starts off with, the sooner it runs out"

ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ ستارہ جتنا ضخیم (Massive) ہوگا گریوٹی سے توازن پیدا کرنے کے لئے اسے اتنا ہی گرم ہونا پڑے گا اور جتنا یہ گرم ہوگا اتنی ہی تیزی سے یہ اپنا ایندھن استعمال کرے گا۔ شاید ہمارے سورج کے پاس مزید پانچ ارب سال کے لئے ایندھن موجود ہے لیکن زیادہ کمیت والے ستارے اپنا ایندھن دس کروڑ سال میں خرچ کر سکتے ہیں۔

جب کوئی ستارہ ایندھن کی کمی کا شکار ہوتا ہے تو وہ ٹھنڈا ہو کر سکڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ اسٹیفن کے مطابق اس کا علم 1920ء کے عشرے کے اواخر میں ہی ہو سکا۔ وہ ایسے کہ 1928ء میں ایک بھارتی نژاد ماہر فلکیات چندر شیکھر (یہ سر آرتھر ایڈنگٹن کا شاگرد تھا) نے حساب لگایا کہ ایک ستارہ اتنا بڑا ہونے اور اپنا ایندھن استعمال کر چکنے کے بعد بھی خود اپنی گریوٹی کے خلاف خود کو کیسے برقرار رکھ سکتا ہے۔ چندر شیکھر کو یہ اندازہ ہوا کہ قوت گریز (Repulsion) کی بھی ایک حد ہے جو اصولِ اِستثنیٰ فراہم کرتا ہے۔ اضافیت کے نظریئے کے مطابق یہ ستارے میں مادی پارٹیکل کی رفتار کو روشنی کی رفتار تک محدود کر دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب ستارہ خاصا کثیف ہو جاتا ہے تو اصولِ استثنیٰ کے باعث قوت گریز قوت تجاذب (Gravity) سے کم ہو جاتی ہے۔ چندر شیکھر نے یہ بھی حساب لگایا کہ سورج سے ڈیڑھ گنا کمیت والا ٹھنڈا ستارہ اپنی گریوٹی کی کشش کے خلاف خود کو سہارا دینے کے قابل نہیں ہوگا۔ اس کمیت کو اب چندر شیکھر کی حد (Chandar shakhar limit) کہتے ہیں۔ شیکھر کو بعد میں نوبل پرائز بھی ملا تھا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ بلیک ہول کے تصور پر ابتدائی تحقیق کرنے والے چندر شیکھر اور بگ بینگ پر ابتدائی کام کرنے والے بلجیم کے لیماٹائر دونوں سر آرتھر ایڈنگٹن کے شاگرد تھے۔ لیکن ایڈنگٹن نے اپنے دونوں شاگردوں کے نظریات سے اتفاق نہیں کیا بلکہ اختلاف کیا تھا۔

اگر کوئی شخص توپ کا گولہ فائر کرے تو کچھ وقت کے بعد گولے کی رفتار کم ہو جائے گی اور وہ کشش ثقل کے باعث واپس زمین پر گر جائے گا۔ تاہم اگر بلندی کی طرف جانے والی شے کی ابتدائی رفتار ایک خاص ولاسٹی سے زیادہ ہو تو کشش ثقل اس کو نہیں روک سکے گی۔ اور یہ اس سے باہر نکل جائے گی۔ 'Escape valocity' کی حد زمین سے بارہ کلومیٹر اور سورج

سے 619 کلومیٹر فی سیکنڈ ہے۔ روشنی کی رفتار چونکہ بہت زیادہ ہے اس لئے روشنی کو زمین یا سورج سے نکلنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ لیکن مچل نے یہ دلیل دی ہے کہ کائنات میں ایسے بڑے اجسام بھی ہو سکتے ہیں جو ہمارے سورج سے زیادہ کمیت والے ہوں اور ان کی کثافت (Density) اور گریوٹی escape valocity سے زیادہ ہو تو وہاں سے روشنی باہر نہیں آ سکے گی۔ اس لئے ہم اُن کو نہیں دیکھ سکتے۔ مچل نے ایسے ستاروں کو (Black Star) کہا ہے۔ یہی وہ سیاہ ستارے ہیں جنہیں آج کل بلیک ہول کہا جاتا ہے۔

اسٹیفن نے اس کی مزید تشریح یوں کی ہے

"When the star had exhausted its nuclear fuel, there would nothing to maintain the outward pressure, and the star would begin to collapce of its own gravity; As the star shrinks the gravitational field at the surface would become stronge and the escape volicity would increas. By the time the raduis had got down to 30 kilometres, the escape valocity would have increased to 3000,000 kilometres per second, The valocity of light, after that time any light emited from star would not be able to escape infinity that would be dragged back by the gravdational field. The result would be a black hole; a region of space time from which it is not possible to escape to infinity."

یہ ہے بلیک ہول کی پیدائش کا مختصر احوال۔ ان بلیک ہولز کی طرح بہت چھوٹے چھوٹے بلیک ہولز بھی ہیں۔ لیکن ان کے وجود میں آنے کا طریقہ کار مختلف ہے۔ بقول سٹیفن:۔

"There might also be quite a number of very much smaller black holes scattered arround the universe, formed not by collapse of stars but by the collapse of light / comperessed region in the hot, dense meduim

that is belieced to have existed shortly after the big bang in which the universe originated.

بلیک ہول کی پہچان کی صرف تین نشانیاں ہیں وہ یہ کہ:۔

When a black hole is created by gravitational collapse, it rapidly settles down a stationary state that is characterized by only three parameters; The mass, The angular momentum and the electric charge.:"

اسٹیفن کے مطابق ''بلیک ہول کے بال نہیں ہوتے'' کا مطلب ہے کہ اس کے بارے میں بہت ساری معلومات گریویٹیشنل Collasre میں ضائع ہوجاتی ہیں اور ہمارے لئے بہت ہی کم معلومات بچتی ہیں۔ جہاں تک بلیک ہول کی تلاشی کا تعلق ہے تو اس کی مثال یوں ہے

"To detect a black hole as by its very definition it does not emit any light. It might seema lit like looking like a black cat in a coal cellar."

تاہم کچھ مزید تحقیقات کے بعد اسٹیفن کا کہنا ہے کہ ہم بلیک ہول کو دیکھ تو نہیں سکتے لیکن اس کی موجودگی کا احساس ضرور کر سکتے ہیں۔ کیونکہ عمومی اضافیت کے نظریے کی پیش گوئی کے مطابق حرکت کرنے والے بھاری اجسام گریویٹیشنل لہروں کے اخراج کا باعث بنتے ہیں۔ جو مکان (Space) کے خم میں روشنی کی رفتار سے سفر کرنے والی لہریں ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایک اور تحقیق کی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ بلیک ہول میں پارٹیکل بنتے بھی ہیں اور خارج بھی ہوتے ہیں۔ وہ یوں

"When i was investigating what the behavior of matter in the vicinity of black hole would be according to quantum mechanics. To, my great surprise, I found that black hole seemed to emit particle at a steady rate."

آگے چل کر وہ کہتے ہیں کہ اس وقت سب لوگوں کی طرح میرا بھی یہی خیال تھا کہ بلیک ہول سے کوئی شے بھی خارج نہیں ہوتی اس لئے میں نے اس تصور سے جان چھڑانے کی بڑی کوشش کی لیکن آخر کار مجھے اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑا۔ اس کا

طریقہ کار وہ یوں بیان کرتے ہیں۔

"Quantum machanics therefor, allows a particle to escape from inside a black hole, same thing that is not allowed in classical mechanics.

یہ 1977ء کی بات ہے جب ان کا خیال تھا کہ پارٹیکلز بلیک ہول کے اندر سے فرار ہوتے ہیں۔لیکن 1988ء میں جب انہوں نے اپنی کتاب ''بریف ہسٹری آف ٹائم'' شائع کی تو وہ مزید تحقیقات کے بعد اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ پارٹیکل بلیک ہول کے اندر سے نہیں بلکہ باہر سے فرار ہوتے ہیں۔

"Quantum theory tells us, that the particles do not come from with in the black hole, but from the "empty" space just outside the black hole's event horizon."

آگے چل کر وہ خالی جگہ "Empty" کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جسے ہم خالی جگہ سمجھتے ہیں وہ مکمل طور پر خالی نہیں ہوسکتی۔مطلب یہ کہ گریویٹیشنل اور برقی مقناطیسی میدانوں جیسے تمام میدان بالکل صفر (Zero) نہیں ہوسکتے۔اس لئے خالی جگہ میں کسی میدان کو صفر پر متعین بھی نہیں کیا جاسکتا۔اس کی تفصیل میں وہ پارٹیکل اور انٹی پارٹیکل کی تفصیلات کو شامل کر کے ایک طویل بحث کرتے ہیں جو ایک الگ موضوع ہے۔بلیک ہول کی موجودگی کی پہچان روشنی کے ترچھا ہو جانے سے بھی ممکن ہے۔روشنی صراط مستقیم میں سفر کرتی ہے لیکن اگر اس کے راستے میں کوئی ستارہ وغیرہ آجائے تو بقول سٹیفن۔

"Light from a star passing near the sun is deflected by the way the mass of the sun curves spac-time. This produces a slight shift in the apparent position of the star as seen from the earth. This can be observed during an eclipse."

اوپر 'Event horizon' (واقعاتی افق) کی اصطلاح کا ذکر آیا ہے۔واقعاتی افق۔زمان ومکان کے خطے میں ایک ایسی حد ہے جہاں سے فرار ہونا ممکن نہیں ہے یہ بلیک ہول کے گرد ایک جھلی (membrane) کے طور پر کام کرتی ہے۔ واقعاتی افق کے ذریعے کوئی چیز بلیک ہول میں گر تو سکتی ہے مگر اس کے ذریعے کوئی چیز بلیک ہول سے باہر نہیں آسکتی۔یہ

بلیک ہول کی سرحد ہے۔ سٹیفن کے مطابق

"It means that the boundry of black hole the event horizan, is formed by the paths in space - time of rays of light that just fail to get away from the black hole, hovering forever just on the edge."

اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ بلیک ہولز اتنے تاریک بھی نہیں ہیں۔ ان کے الفاظ میں:۔

"In 1973 I started investigating what difference the uncertainity principle would make to black hole. To my great surprise and that of everyone else, i found that it meant that black holes are not completely black."

بلیک ہول میں گرنے والی کوئی چیز یا ہر شخص بہت جلد لامتناہی کثافت اور وقت کے اختتام تک پہنچ جائے گا۔ واقعاتی افق کے لئے وہ جملہ کہا جاسکتا ہے جو مشہور شاعر ''دانتے'' (Dante) نے دوزخ میں داخلے کے لئے کہا تھا۔

"All hope aban don, ye who enter here."

ایک اور اصطلاح برہنہ واحدانیت (Naked singularity) کی بھی بلیک ہولز کی بحث میں استعمال کی جاتی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بلیک ہول بنتے وقت اس کے اندر ہر چیز خلا نور سمیت ڈھیر ہو جائے گی اور اس کے لئے وقت کا اختتام ہو جائے گا۔ تاہم بلیک ہول سے باہر مشاہدہ کرنے والے پر اس ناکامی کا اثر نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس اکائیت سے کوئی اشارہ یا روشنی اس تک نہیں پہنچ پائے گی۔ اس حقیقت کی روشنی میں پین روز نے کونیاتی سنسرشپ کا مفروضہ (Cosmic consorhip hypothesis) پیش کیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں جو اکائیت گریویٹیشنل زوال سے پیدا ہوتی ہے اس کا وقوع پذیر ہونا' بلیک ہول جیسی جگہوں پر ہی ممکن ہے اس کو یوں بیان کیا جاتا ہے۔

''خدا برہنہ اکائیت سے نفرت کرتا ہے'' "God abhors Naked Singularity"

ابتدا میں آئن سٹائن اور ایڈنگٹن جیسے بڑے بڑے سائنسدانوں نے بلیک ہول کے نظریے کی سخت مخالفت کی تھی۔ آئن سٹائن نے خود لکھا کہ ستارے کا زیرو سائز تک سکڑنا ممکن ہی نہیں۔ ایڈنگٹن نے اپنے ہونہار شاگرد کو تلقین کی کہ یہاں اس واہیات کام میں اپنا دماغ مت کھپاؤ اور نظام فلکیات کے دوسرے مسائل پر کام کرو۔ 1920ء میں جب ایک اخباری نامہ

نگار نے سر ایڈنگٹن کو بتایا کہ ''عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ نظریۂ اضافیت کو پوری دنیا میں صرف تین آدمی سمجھتے ہیں'' تو انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا کہ مجھے یہ سوچنے کے لئے وقت چاہئے کہ وہ تیسرا آدمی کون ہے؟'' بلیک ہول کے نظریئے کی مخالفت میں ابھی تقریباً ایک عشرہ قبل کیلیفورنیا کے ایک سائنسدان جارج چپلن نے دعویٰ کیا تھا کہ بلیک ہول کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ جنہیں بلیک ہول کہا جاتا ہے وہ دراصل تاریک توانائی (Dark Energy) یا انتہائی کثیف تاریک مادے سے بنے اجرام فلکی ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ واقعاتی افق پر مادے / توانائی کا عجیب وغریب طرز عمل ایک طرح کے کوانٹم ہیئتی انتقال (Quantum phase transitan) کی ترجمانی کرتا ہے۔ ان کے مطابق نظریۂ اضافیت اور کوانٹم اصول کے درمیان ایک اہم فرق وقت کی حیثیت کا ہے۔ نظریہ اضافیت میں ''مطلق وقت'' کا کوئی تصور نہیں لیکن اگر کوانٹم اصول میں ''مطلق وقت'' کی حیثیت ختم کر دی جائے تو یہ اصول زمین بوس ہو جائے گا۔

اسٹیفن کے مطابق یہ بات تقریباً یقینی ہے کہ بلیک ہولز بہت بڑی تعداد میں ہیں۔ ان کی تعداد نظر آنے والے ستاروں سے کہیں زیادہ ہو سکتی ہے۔ ہماری کہکشاں کے مرکز میں ایک بہت بڑا بلیک ہول ہے جس کی کمیت ہمارے سورج سے ایک لاکھ گنا زیادہ ہے اس کے علاوہ کواسارز (Quasars) جیسی تابناک کہکشاؤں کے مرکز میں سورج کی کمیت سے کروڑوں گنا زیادہ بڑے بلیک ہولز ہو سکتے ہیں۔ اگر چندر شیکھر کی حد سے کم کمیت والا ستارہ ڈھیر ہو جائے تو یہ سفید بونا (White Dwarf) کہلاتا ہے۔ 1967ء میں پلسار (Palsar) نام کے اجسام دریافت ہوئے جو درحقیقت گردش کرنے والے نیوٹرون ستارے ہیں۔

بلیک ہول کے اندر یا باہر سے نکلنے والا مادہ اور Radiation اس کی کمیت کو کم کرتے جاتے ہیں جس کے نتیجے میں بقول اسٹیفن۔ "This will cause the black hole to get smaller and to send out particles more rapidly. Eventually, it will get down to zero mass and will disappear completely."

بلیک ہول کے خاتمے کے بعد ان اجسام کا کیا بنتا ہے جو اس میں موجود تھے؟ اسٹیفن کے مطابق ان سے چھوٹی چھوٹی مزید کائناتیں وجود میں آتی ہیں۔ تفصیل دیکھئے۔

"What will happen then to the objects, including possible space ships,

that have fallen into the black hole? According to same recent work of mine, the answer is that they will go off into a little unuverse of their own. A small, self contained universe branches off from our region of the universe. This baby universe may join on again to our region of space - time, If it does, it would appear to us to be another black hole that formed and then evaporated."

اسٹیفن کے نزدیک اس طرح بلیک ہول کے ذریعے خلاٗ میں سفر کرنا بھی ممکن ہے۔ دیکھئے کس طرح:۔

"Particles that fell into one black hole would appear as particles emitted by the other black hole and vice versa. This sounds like just what is required to space travel through black holes.

لیکن اسٹیفن کے نزدیک حقیقی وقت میں ایسے واقعات کا رونما ہونا ممکن نہیں۔ کیونکہ حقیقی وقت میں بلیک ہول کے اندر گرنے والے کے لئے وقت کا اختتام ہو جائے گا۔ لہٰذا (ایسا ہونا صرف فرضی وقت (Imaginary Time) میں ہی ممکن ہے۔ اس لئے: "The motto for any one who falls into a black hole must be:

'Think imaginary."

سائنسدانوں کا خیال ہے کہ کائنات میں اگر مرئی اور غیر مرئی مادے کی مقدار پھیلاؤ کی قوت سے کم رہی تو کائنات یوں بھی پھیلتی رہی گی اور اس کی زوال پذیر کہکشائیں بڑھتے ہوئے خلاٗ کے سمندر میں اکیلے جزیروں کی طرح مزید ایک دوسرے سے دور ہوتی رہیں گی۔ اور اگر مادے کی مقدار اتنی زیادہ ہوگی کہ وہ کائنات کے پھیلاؤ کو روک کر اسے سکڑنے پر مجبور کر دے تو

"As the universe shrinks inexorably down to a big crunch - a sort of muror of image of the big bang, in which all of creation is squeezed again into an impossibly small volume.

کائنات جب سکڑنا شروع ہوگی تو اِس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی فلم کو الٹا چلایا جائے یعنی معلول (Effect) عِلت

(Cause) سے پہلے نمودار ہوگا۔اس وقت'

"Atoms, instead of becoming for the first time, will be broken apart. The universe, instead of becoming transparent to radiation, will become utterly opaque. The billions of years of domination by matter will be over and radiation will at last be king again."

کسی وقت ہماری اس کائنات کا اختتام تو ایک حقیقت ہے لیکن اس کی انتہا کے بعد کسی نئی کائنات کا آغاز ہو جائے گا۔ اس لئے بادشاہی تو اللہ تعالیٰ ہی کی رہے گی۔

طبیعات اور فلکیات کے ماہرین نے بلیک ہولز سے متعلقہ معلومات میں بہت اضافہ کیا ہے اور معلومات میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید اضافہ ہو رہا ہے۔

اس مضمون میں بلیک ہول سے متعلقہ انہی چند تحقیقات' اصطلاحات اور موضوعات کا مختصر الفاظ میں تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ بلیک ہول کے بارے میں ایک عمومی تصور سامنے آجائے۔اس مضمون میں زیادہ تر مواد اسٹیفن ہاکنگ کی مندرجہ ذیل کتابوں سے لیا گیا ہے۔

1 (A beief history of time) 2 (Black holes and holy universes)

3 (Grand design) 4 (Universe in a Nutshell).

اس کے علاوہ ماہنامہ گلوبل سائنس بابت ماہ مئی 2005ء (اور بابت جون 2004) اور After glow of Creation نیز (monthly Astronomy. Nov-2007) سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی
azureabbas@hotmail.com
www.azharabbas.com

سیکولر ریاست کے مذہبی عوام

محترم غازی صلاح الدین صاحب ایک معروف کالم نگار ہیں۔ان کا ایک کالم ہر ہفتہ اخبار ''دی نیوز'' میں طبع ہوتا ہے۔ان کے کالم بہت معیاری اور پُر معنی ہوتے ہیں۔ اِسی ہفتہ 21.10.2012 کو ان کا جو کالم طبع ہوا ہے۔اس میں انہوں نے پاکستان کے موجودہ پیچیدہ حالات کا تجزیہ کیا ہے۔ان کا خیال ہے کہ پاکستان میں جو افراتفری اور حالات میں جو ابتری ہو رہی ہے اس کی اصل وجہ مذہب کا غلبہ ہے۔اور اس کے لئے ضروری ہے کہ کوئی قومی لیڈر نہایت جرأت مندی سے ریاست اور مذہب کو الگ الگ قرار دے دے۔(seperation of religion from state) اپنے خیال کی تائید میں انہوں نے تُرکی کے کوائف بیان کئے ہیں اور مضمون کے بالکل آخر میں انہوں نے ترکی کے وزیر اعظم جناب طیب اردگان صاحب کا قول بھی نقل کیا ہے کہ جس میں انہوں نے فرمایا کہ ''ریاست کو تو سیکولر ہونا چاہئے لیکن اس کے شہریوں کو مذہبی ہونا چاہئے'' غازی صاحب نے خود بھی وزیر اعظم صاحب کے اِس بیان کو بہ نظر استحسان دیکھا ہے۔

اس وقت ساری دنیا میں اور بالخصوص پاکستان میں جو حالات ہیں، نزول قرآن کریم کے وقت بھی ساری دنیا کو یہی حالات در پیش تھے **ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ** (30:41) انسانی زندگی کے ہر گوشے میں فساد پیدا ہو گیا ہے، اور یہ فساد لوگوں کا اپنا پیدا کردہ ہے۔انسانی ذہن نے کمیونزم کا نظام جاری کیا، جو ہماری آنکھوں کے سامنے ختم ہو گیا۔سرمایہ داری کے خلاف جو مہم occupy street کے نام سے جاری ہے جو تقریباً 188 ممالک تک سرایت کر چکی ہے۔جمہوریت کا نظام اپنے جو ثمرات پیدا کر رہا ہے وہ بھی ہمارے سب کے سامنے ہیں۔یوں تو جمہوریت کے نقائص بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر شخص خود پاکستان کے حالات سے اندازہ کر سکتا ہے کہ جمہوریت کیا نتائج پیدا کرتی ہے، تاہم جمہوریت کا سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ یہ نعرہ تو یہ لگاتی ہے کہ جمہوریت عوام کی نمائندہ ہوتی ہے۔جبکہ عملی حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت کبھی بھی عوام کی نمائندہ نہیں ہوتی۔جمہوری نظام کے ذریعے صرف وہ لوگ اقتدر میں آتے ہیں جن کے پاس اتنی خطیر رقوم موجود ہوں کہ وہ ان کو خرچ کر کے، الیکشن میں کامیاب ہو جائیں۔

جمہوری نظام میں کوئی فرد، کلرک، فیکٹری ورکر، کسان کبھی منتخب ہوکر پارلیمنٹ میں نہیں آیا۔ ان سب مختلف انواع کے نمائندے صرف امیر لوگ ہی ہوتے ہیں۔

جمہوریت میں کوئی مستقل اقدار نہیں ہوتیں۔ حسب منشا جس قسم کا قانون حکمران بنانا چاہتے ہیں وہ بنا لیتے ہیں۔ البتہ ان قوانین کو قومی مفادات کے ساتھ منسلک کر دیا جاتا ہے۔ آپ اپنے ہی ملک پاکستان کی حالت پر غور فرمائیں ہمارے ملک کے تمام لیڈر اور حکمران، عوام کے درد وغم میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ یہ بات ان کے وردِ زبان رہتی ہے کہ ہم غریب عوام کو نہیں چھوڑ سکتے۔ لیکن عملاً آج تک ان ساٹھ سالوں میں کسی ایک لیڈر نے ایک ایکڑ زمین کسی غریب کو نہیں دی، نہ ہی مفادِ عامہ کے لئے مختص کی۔ غریبوں سے ہمدردی اور ان کے غم میں شریک ہونے کا کسی نے بھی کبھی عملی ثبوت نہیں دیا۔ عوام کا درد ان لیڈروں کو محض زبانی اور ذہنی حد تک رہتا ہے۔ اس کا ثبوت کسی لیڈر نے اپنے عمل سے آج تک نہیں دیا۔

اصولی طور پر تو جمہوریت میں 51 فیصدی ووٹ حاصل کرنے والوں کی حکومت ہوتی ہے۔ لیکن ان 49 فیصدی لوگوں کا کیا قصور ہے کہ وہ 51 فیصدی لوگوں کی محکومیت اختیار کریں۔

آپ یہ بات بھی ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ جمہوریت کوئی اس طرح کا ضابطہء حیات نہیں ہے جیسا کہ اسلام یا کمیونزم ضابطہء حیات ہیں، اسلام کے نظام کے مقابلہ میں کمیونزم کا نظام تو آسکتا تھا، لیکن جمہوریت کا اسلام کے نظام سے کوئی موازنہ ہی نہیں ہوسکتا۔ اسلام اور کمیونزم کے اپنے اپنے فلسفۂ حیات ہیں، ان کے اقدار و اہداف ہیں، وہ اپنے نظام سے نتائج حاصل ہونے کے وعدے کرتے ہیں۔ یہ دونوں نظام رزق کی فراہمی کا وعدہ کرتے ہیں۔ لیکن جمہوریت تو صرف حکومت چلانے کی مشینری تک محدود ہوتی ہے۔ ہماری یہ گذارش سمجھنے کے لئے آپ بھارت کے حالات سامنے لائیں، گذشتہ 62 سالوں سے بھارت میں حکومت کا نظام جمہوری ہے لیکن ان کا ضابطہء حیات ایک دن بھی جمہوری نہیں ہوا۔ ان کے ہاں ذات پات، ورنوں کی تقسیم، آج جمہوریت میں بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح یہ جمہوریت سے پہلے تھی۔ جس دن جمہوریت ہندو کلچر میں شامل ہوگئی اسی دن ہندوازم یا ہندو دھرم ختم ہوجائیگا، بھارت میں جمہوریت صرف حکومت کی مشنری تک محدود ہے۔

کالم نگار جناب غازی صاحب نے پاکستان میں حالات کے خراب ہونے کی وجہ چرچ اور ریاست کا الگ الگ نہ ہونا تحریر کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ چونکہ یہاں سیاست پر مذہب کا غلبہ ہے اسی لئے پاکستان میں یہ حالات ہیں۔ پاکستان کی موجودہ صورت حال بڑی پیچیدہ ہے۔ یہاں اسلامی ریاست بالکل نہیں ہے۔ یہاں تو وہ صورت حال ہے جو خود غازی صاحب تجویز فرما رہے ہیں کہ حکومت غیر اسلامی ہے اور عوام (افراد) مذہبی ہیں۔ افراد پر مذہب کا غلبہ ہے۔ غازی صاحب کو اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ مذہب ہی قوم کے زوال کا باعث ہوتا ہے۔ مذہب پرست قوم کبھی ترقی نہیں کرسکتی۔ مذہب دنیا سے بیزاری سکھاتا ہے۔ اور مذہب میں ہر

شخص پرستش میں زیادہ سے زیادہ وقت لگاتا ہے، مذہب دنیا کے مسائل حل کرنے کا بھی کوئی دعویٰ نہیں کرتا۔

قرآن کریم کی رُو سے اسلامی نظام کا قیام اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کسی بھی معاشرہ کو بغیر تنظیم یا قانون کے ایک دن کے لئے بھی نہیں چھوڑتا۔ اسی لئے تمام انبیاء کرام پر فرض تھا کہ وہ دین کو قائم کریں۔ سورہ مبارکہ شُوریٰ میں متعدد انبیاء کرام کے نام لیکر فرمایا گیا کہ ان تمام انبیاء کرام کو حکم تھا کہ اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ ط (42:13) دین کو قائم کرو اور اس میں فرقہ بندی نہ کرو۔ چونکہ انبیاء کرام کے آنیکا سلسلہ بند کر دیا گیا اور امت کو ان کا وارث قرار دیا گیا (35:32) اس لئے اب اس امت مسلمہ کا فریضہ ہے کہ وہ دین قائم کرے، اور اسلامی نظام قائم کئے بغیر ایک دن بھی نہ گذارے۔ قرآن کریم کی رُو سے تو قرآنی مسلمان وہ ہے جو قرآنی نظام کے ماتحت زندگی بسر کرتا ہے۔ ہم جیسے لوگ جو غیر قرآنی نظام میں زندگی گذار رہے ہیں، ہم صرف پیدائشی مسلمان ہیں۔ ہم قرآن کریم کے مطلوبہ مسلمان نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جو وعدے مومنین سے کئے ہیں وہ ہمارے لئے پورے نہیں کئے جاتے۔

ارشاد عالی ہوتا ہے لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ (17:22) ,(17:39) اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا حاکم نہ ٹھہرا، ترجمہ حضرت شیخ الہند شاہ عبدالقادر اور مفتی محمد شفیع صاحب نے اس آیت کا یہی ترجمہ کیا ہے۔ اور الٰہ کے معنے حاکم کے کئے ہیں۔ اس آیہ کریمہ اور دیگر بیشمار آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم کے مطابق انسان کی حکومت انسان پر بالکل حرام ہے۔ اور اسلامی نظام میں قانون کا ماخذ، منبع اور اس کا مصدر صرف قرآن کریم ہوتا ہے چنانچہ ارشاد عالی ہے، وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْہِ مِنْ شَیْءٍ فَحُکْمُہٗٓ اِلَی اللّٰہِ ط (42:10) جس چیز میں بھی تمہارا اختلاف واقع ہو، اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ اسی مفہوم کو سورہ مائدہ کی تین متصل و متواتر آیات میں بھی بیان کیا گیا ہے وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ (5:44) وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (5:45) وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ (5:47) جو بھی قانون خداوندی کے مطابق فیصلے نہ کرے وہ کافر، ظالم اور فاسق ہیں۔ ان تین آیات کریمات میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے متعلق جو قانون خداوندی کے مطابق مملکت قائم نہ کریں، تین حکم بیان فرمائیں ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ کُھلے کافر ہیں ان کے کفر میں کوئی ابہام و اشکال نہیں ہے، دوسری بات یہ کہ وہ ظالم ہیں اور ان کی مملکت کے قوانین کا دارومدار ظلم پر ہوگا، ان لوگوں کے لئے تیسرا حکم یہ ہے کہ وہ فاسق ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے پابند نہیں ہیں۔ قرآن کریم تو غیر اسلامی نظام میں زندگی بسر کرنیوالوں کو مجرم قرار دیتا ہے اور جو لوگ اس نظام کو چلاتے ہیں قرآن کریم ان کو مجرموں کا سردار قرار دیتا ہے (6:123) قرآن کریم کے نزدیک جو شخص بھی غیر اسلامی نظام میں زندگی بسر کرتا ہے وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے (4:97) تفسیر مظہری نے اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ (4:97) کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ ''جہاں مسلمان اسلامی قوانین قائم کرنے سے عاجز ہوں وہاں سے ہجرت واجب ہے''

اسلامی مملکت مقصود بالذات نہیں ہوتی اس مملکت کا بنیادی فریضہ انسانوں کے جسم اور ذات دونوں کی پرورش کرنا ہوتا ہے۔ قرآن کریم کے علاوہ عقل انسانی کوئی ایسا نظام وضع نہیں کرسکتی جس میں جسم اور ذات دونوں کی بیک وقت پرورش ہوتی رہے۔ اسلامی مملکت میں چونکہ مستقل اقدار کی اطاعت کی جاتی ہے اس لئے اس مملکت میں افراد مملکت اور خود مملکت میں بھی صفات خداوندی منعکس ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور ہر شخص کی ذاتی صلاحیتوں کی پوری پوری نشوونما ہوتی جاتی ہے اور یہی وہ تزکیہ نفس ہے جو رسول اللہ نے مسلمانوں کا کیا تھا (2:29), (3:164), (62:2) اس مملکت کو چلانے میں ساری امت شامل ہوتی ہے (9:71) چونکہ اس مملکت کی اطاعت سے عبادت خداوندی ہوتی ہے۔ اس لئے اِس میں مملکت اور عوام کے مفادات ہمیشہ ایک ہوتے ہیں۔

اسلامی مملکت میں رسول اللہ بھی مملکت کے قوانین کے اِسی درجہ پابند تھے جس طرح دیگر شہری تھے (10:15), (7:203) اسلامی مملکت میں مملکت کا اعلیٰ سے اعلیٰ عہدہ دار بھی یہ حق نہیں رکھتا کہ اُسے کسی قانون سے مُستثنیٰ قرار دیدیا جائے۔ اس مملکت میں عدلیہ، انتظامیہ کی ہر قسم کی دستبرد سے بالکل محفوظ ہوتی ہے۔ اس مملکت کا یہ فریضہ ہوتا ہے کہ یہ مملکت اپنے ہر شہری کو مفت عدل و انصاف مہیا کرے۔ اس میں ہر مظلوم بغیر کسی قیمت کی ادائیگی کے اپنا حق حاصل کرسکتا ہے۔ وہ عدالتی نظام جس میں کوئی بھی رقم خرچ کرکے انصاف حاصل کیا جائے وہ اسلامی مملکت نہیں ہوسکتی۔ اس میں ہر حاکم ومحکوم اور امیر وغریب سب کو مفت انصاف مہیا کیا جاتا ہے۔

یہ بات خوب واضح رہے کہ قرآن کریم جو عدل مہیا کرتا ہے دنیا کا کوئی نظام وہ عدل فراہم نہیں کرسکتا۔ قرآنی قوانین تمام انسانیت کو پیش نظر رکھ کر وضع کئے گئے ہیں۔ اس لئے ان قوانین کا مقابلہ کوئی ایسا ضابطہء قانون نہیں کرسکتا جو اقوام یا اوطان کو پیش نظر رکھ کر تشکیل دیئے گئے ہوں۔ قرآنی قوانین میں دوسری خوبی یہ ہے کہ اس نظام عدل کا انحصار شہادت پر رکھا گیا ہے۔ دنیا کے تمام نظامہائے عدل میں ہر مقدمے میں گواہ ہوتے ہیں، یہ گواہ یا استغاثہ کے ہوتے ہیں یا مُدعی علیہ کے حامی ہوتے ہیں۔ جو گواہ بھی کسی فریق کی طرف سے پیش ہوگا۔ لازمی بات ہے کہ وہ گواہ اپنے فریق کے مفاد کو سامنے رکھے گا۔ دنیا کے کسی نظام عدل میں بھی اس سے ہٹ کر، اور کوئی طریقہ نہیں ہیں۔ لیکن قرآن کریم جو طریقہ بیان کرتا ہے وہ بالکل منفرد unique ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا، يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (4:135) ”ترجمہ“ اے ایمان والو مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہو۔ اللہ کے لئے گواہی دو اگرچہ یہ خود تمہارے لئے یا تمہارے والدین کے لئے یا تمہارے اقرباء کے لئے نقصان دہ ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اگر وہ غنی یا فقیر ہوں تو اللہ حق رکھتا ہے کہ ان کی حمایت کرے۔ اس لئے ہوا وہوس کی پیروی نہ کرو، اس طرح تم حق سے منحرف ہوجاؤ گے۔ اور حق میں تحریف کروگے یا اس کے اظہار سے اعراض کروگے تو جو کچھ تم انجام دیتے ہو، اللہ اس سے آگاہ ہے۔

فرماتا ہے کہ جو بھی گواہ ہو اس کا کسی فریق سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے۔ نہ مدعی سے نہ مُدعیٰ علیہ سے نہ مُستغیث سے نہ مستغاث سے اس (گواہ کا) تعلق صرف اور صرف خدا سے ہونا چاہئے۔ قرآن کریم نے یہاں ذاتی مفادات کی جڑ کاٹ کر رکھی دی ہے۔ اس کے بعد قرآن کریم وہ بات فرماتا ہے جس تک پہنچنے کے لئے انسانیت کو صدیاں درکار ہوں گی۔ وہ فرماتا ہے وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ، خواہ وہ شہادت خود تمہاری اپنی ذات کیخلاف کیوں نہ جائے۔ آپ غور فرمائیں کہ وہ (گواہ) خواہ خود ہی اس کی وجہ سے پھانسی پر چڑھ جائے۔ لیکن اس کی گواہی صرف اللہ کے لئے ہونی چاہئے۔ آگے فرمایا کہ خواہ وہ تمہارے والدین کیخلاف ہی کیوں نہ ہو، رشتہ داروں کے علاوہ معاشرتی حالات بھی ہوتے ہیں، ایک ہی مقدمہ میں ایک طرف گاؤں کا چودھری اور جاگیردار ہے اور دوسری طرف اس کا غریب مزارع ہے۔ گاؤں کا چودھری بااثر آدمی ہے۔ وہ حُکام رس ہے اس کے خلاف گواہی دینے سے اپنی موت کو دعوت دینا ہے۔ غریب کے حق میں کون شہادت دے، لیکن حکمِ قرآن یہی ہے اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا وہ خواہ غنی ہو یا فقیر فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ اللہ ان دونوں سے زیادہ حق دار ہے کہ گواہی سچی دی جائے۔ آگے فرمایا کہ تمہارے اپنے جذبات تم پر غالب نہ آنے پائیں، اگر جذبات غالب آ گئے تو عدل قائم نہیں ہو سکے گا۔

عدل پر ہی اصرار کرتے ہوئے قرآن کریم سورہ مائدہ میں فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ (5:8) ترجمہ، ایمان والو ہمیشہ اللہ کے لئے قیام کرو اور عادلانہ گواہی دو اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ترکِ عدالت کی طرف نہ لے جائے، عدل کرو کہ وہ پرہیزگاری کے قریب ہے۔

كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ تھوڑے سے تغیر الفاظ کے ساتھ یہ اوپر درج شدہ آیت میں بھی آیا ہے وہاں اس کی کچھ وضاحت تحریر کر دی گئی تھی۔ ذاتی دشمن اور ایک دشمنِ قوم سے عدل کرنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں تمام عہد و پیمان کو خاک میں ملا دیا جاتا ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ اس موجودہ مُہذب ترین دور کی مہذب ترین اقوام نے اپنے مفادات کی خاطر دشمن سے برتاؤ و سلوک کرنے میں تمام عہد و پیمان کو ہمیشہ خاک میں ملایا ہے اور کبھی بھی دشمن قوم سے عدل نہیں کیا ہے۔ اِس کا نتیجہ ساری دنیا کے سامنے ہے ساری دنیا کا موجودہ باطنی و ظاہری اضطراب اسی کا ماحصل ہے۔ قرآن کریم نے نہ صرف دشمن سے عدل کرنے پر اصرار کیا ہے بلکہ اس عدل کو ہی تقویٰ قرار دیا ہے، جس کا حصول مسلمان کا مقصدِ حیات ہے۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ اسلامی مملکت کو چلانے میں ساری اُمت شریک ہوتی ہے (24:55; 22:41) اس مملکت میں تمام امور کے فیصلے باہمی مشاورت سے ہوتے ہیں (42:38; 3:158) اسلامی مملکت میں قانون سازی کے اختیارات قرآن کریم کی مستقل اقدار کی حدود کے اندر رہتے ہوئے کلی طور پر حاصل ہوتے ہیں۔ اسلامی مملکت قوانین خداوندی کو عملی شکل میں نافذ کرنے کا ایک ادارہ ہے۔ اس مملکت میں قانون سازی سے مراد اُن طور طریقوں کو طے کرنا ہوتا ہے جن کے ذریعے قرآنی قوانین و اقدار نافذ کی

جاتی ہیں چونکہ مشورہ کا حکم ہر دور کے مومنین کو ہے، اس لئے اسلامی مملکت کی شریعت جامد نہیں ہوسکتی۔ ہر دور کے مومنین اپنے اپنے زمانہ کے تقاضوں اور مسائل و مشکلات کو پیش نظر رکھ کر سابقہ فیصلوں میں ردوبدل اور حک و اضافہ کرتے رہیں گے۔ اور ہر دور کی جزئیات وضع کرتے چلے جائیں گے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مشورہ کرنے کا حکم تھا۔ اور سنتِ رسولؐ یہی ہے کہ ہر دور کے مسلمان مشاورت کرتے رہیں۔

قرآن کریم کی رُو سے اسلامی مملکت کے قیام کے لئے ایک ایسی زندہ محسوس اتھارٹی کا ہونا ناگزیر ہے جو رات دن قرآن کریم کے احکامات جاری کرتی رہے۔ چنانچہ ارشاد عالی ہے، **فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا** (4:65) ترجمہ، تیرے پروردگار کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتے، مگر یہ کہ وہ اپنے اختلافات میں آپ کو حکم اور فیصلہ کرنے والا مانیں اور پھر آپ کے فیصلہ پر اپنے دل میں کوئی ناراضگی محسوس نہ کریں بلکہ اُسے مکمل طور پر تسلیم کرلیں۔ اس آیہ کریمہ نے اسلامی مملکت کے لئے دو شرطیں لازمی قرار دی ہیں، پہلی شرط تو یہ ہے کہ حضورؐ کے اپنے دور میں آپ خود مملکت کی فائنل اتھارٹی تسلیم کئے جائیں۔ آپؐ کے علاوہ کسی اور شخص کو مقدمات کا فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں تھا اور آپؐ کے بعد آپؐ کے جانشین کی یہی پوزیشن ہوگی۔ اسلامی مملکت میں سربراہ مملکت کے علاوہ کوئی اور فائنل اتھارٹی نہیں ہوگی۔ دوسری شرط یہ ہے کہ سربراہ مملکت جو فیصلے کرے شہریوں کا فرض ہے کہ وہ ان فیصلوں کو دل کی گہرائی سے تسلیم کریں اور ان فیصلوں کو تسلیم کرنے میں کوئی گرانی محسوس نہ کریں۔ اس قسم کی مملکت حقیقی معنوں میں اسلامی مملکت ہوتی ہے۔ ایسی مملکت جس کے حاکموں سے عوام نفرت کرتے ہیں وہ صحیح معنے میں مملکت ہی نہیں ہوتی وہ تو ایک طرح کا قصاب خانہ ہوتا ہے جس میں لوگ زندگی بسر کرلینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اکثر اسلامی ممالک اور خود پاکستان میں یہی حالت ہے۔ اس ملک میں گذشتہ 63 سالوں کے دوران کبھی حاکموں اور عوام کے مفادات ایک نہیں ہوئے اور جب بھی کوئی حکومت ختم ہوئی عوام نے ہمیشہ مٹھائی تقسیم کی۔

حقیقت یہ ہے کہ جناب غازی صاحب نے جن حالات کو سراہا ہے کہ عوام خود تو ذاتی طور پر مذہبی ہوں اور مملکت سیکولر ہو، وہ تو ہمارے ہی موجودہ حالات ہیں۔ یہ کوئی قابل رشک حالات نہیں ہیں بہترین حالات یہ ہیں کہ دین کا نظام قائم ہو، اور لوگ اپنے مذہبی خیالات کو ترک کردیں۔ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ o

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقبول محمود فرحت
ILFORD, ESSEX UK

مسلمان مفکرین کی کانفرنس

صوت الحق کے شمارہ نومبر 2012ء میں جناب خواجہ ازہر عباس کی آکسفورڈ اسلامی کانفرنس پر معلوماتی رپورٹ بہت سلیس وقابل فہم اول تا آخر بغیر بوریت بہت دلچسپی سے پڑھی۔

اِس کانفرنس سے دوسال قبل ایسی ہی نوعیت کی ایک کانفرنس اٹلانٹا جارجیا میں منعقد ہوئی تھی جس کا مقصد روایتی اسلام کو خیر باد کہہ کر مخالف افکار ونظریات کے لئے نرم گوشہ، جمہوریت، مساواتِ انسانی کے فروغ، بھائی چارہ کی فضا اور حالات حاضرہ کے تقاضوں کے تحت مروجہ اسلام میں اصلاح کی حوصلہ افزائی کرنا تھا۔

آکسفورڈ کانفرنس دراصل پہلی والی کانفرنس کا تسلسل ہی تھا جو کہ جمعہ تا اتوار 11 سے 13 جون 2010 میں منعقد ہوئی۔

مضمون نگار بھارتی نژاد اصغر علی انجینئر نے کانفرنس کے بعد اپنے تاثرات تمام مندوبین کو ارسال کئے جو لفظ بلفظ ڈان اخبار نے شائع کئے۔ اصغر علی داؤدی بوہرہ شیعہ فرقہ کے پیروکار تھے۔ اپنی روشن خیالی، جدت پسندی اور فرقہ کے روحانی پیشوا سید سیف الدین برہان الدین پر نکتہ چینی کے باعث جماعت سے نکال دیئے گئے۔ غالباً اِسی بنا پر ٹرین میں دوران سفر اُن پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا۔ آجکل کانگریسی لباس زیب تن کئے سیکولرازم نیشنلزم کے پرچار میں دورے کرتے رہتے ہیں اور Centre for the Study of Society and Secularism تنظیم کے سربراہ ہیں۔ ایک شام جنوبی افریقہ کے دوقرآنی مندوبین کے ہمراہ میرے غریب خانہ میں چائے پر مدعو تھے۔

بزم طلوعِ اسلام لندن کا وفد جناب خالد محمود سیّد، جناب افتخار احمد اور خاکسار پر مشتمل تھا۔ سی بریز پلازہ بزم کراچی کے نمائندہ شفیق خالد کے صاحبزادے ڈاکٹر عاصم، بہو نادیہ اور اس کے والدین نے بھی شرکت کی۔ خالد محمود صاحب نے بروز ہفتہ اپنا مقالہ بعنوان The Role of Women in Qur'an پڑھا۔

بزم کو مطبوعات طلوع اسلام ٹرسٹ کا سٹال لگانے کی اجازت اِس شرط پر دی گئی کہ کل آمدن کا 10% کانفرنس کے اخراجات کے لئے دیا جائے۔ صرف انگلش لٹریچر فروخت ہوا۔ تمام انگلش پمفلٹس خریداروں کو تحفۃً دیئے۔ ازبکستان، ہالینڈ اور جنوبی افریقہ والوں نے کافی کتب خریدیں۔ لاہور کے ایک شیعہ خاندان کی 60 سالہ صحافی خاتون مسز راحیل رضا جو ٹرانٹو کینیڈا میں آزادی وحقوق نسواں

کی سرگرم وممتاز کارکن ہیں' نے ایک مقامی چرچ ہال میں صلوٰۃ جمعہ کی امامت کی۔ میڈیا کی بھاری تعداد کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جوہینز برگ ساؤتھ افریقہ سے پرویز صاحب کے دو مداحین اور راقم نے قرآنی فکر کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی اور تینوں کے انٹرویو کی کافی ریکارڈنگ بھی ہوئی مگر ٹی وی اور اخباری خبر خاتون کی امامت تک محدود رہی۔ خواجہ ازہر صاحب کے تبصرے میں مزید اضافے کی گنجائش نہیں تاہم کانفرنس کے روح رواں Edip Yuksel پر روشنی ڈالنا بہت ضروری ہے۔ یہ ترکی نژاد Tuscon Arizona میں فرقہ 19 کے امام اور www.19.org کے سربراہ ہیں۔

اِن کے مرشد راشد خلیفہ نے نظریہ 19 کے تحت دعویٰ کیا کہ قرآن کا حسابی معجزہ چودہ سو سال پوشیدہ رہا۔ اب کمپیوٹر کی ایجاد سے بے انتہا علمی وفنی ترقی سے ممکن ہوسکا کہ قرآن مجید کی حقانیت ہندسہ 19 سے ثابت ہو' جواَب ہوگئی ہے۔ راشد خلیفہ نے جمع' تفریق اور ضرب Permutation کے متفرق کلیئے سے حیرت انگیز انداز سے قرآن کریم کو برحق آسمانی کتاب ثابت کیا۔ عام شخص کے لئے یہ واقعی تعجب خیز تھا۔ یہ پوشیدہ کوڈ 19 اُس نے سورہ المدثر نمبر 74 کی آیات 25' 30' 31' 35 سے اخذ کیا۔ نمبر 19 صرف آیت نمبر 30 میں ہے۔ ''پوشیدہ راز'' کیا ہے؟۔ ہر چیز میں وحدانیت ہے جس کا منبع اللہ کی ذات ہے جو واحد ہے۔ زمانہ قدیم میں جب ہندسے ایجاد یا مقرر نہیں ہوئے تھے تو لوگ حرفوں کے نمبر مقرر کر لیتے تھے لہٰذا اِس قدیم طریقہ سے پہلے 10 عربی حروف تہجی کے یہ نمبر Values ہیں۔

ا=1' ب=2' ج=3' د=4' ھ=5' و=6' ر=7' ح=8' ط=9' ی=10'

لفظ ایک کو عربی میں واحد کہتے ہیں۔ لہٰذا مندرجہ بالا فارمولہ سے و=6 ا=1 ح=8 د=4 سب کا جمع حاصل 19 نکلا۔ پس کائنات کی ہر شے میں ہندسہ 19 موجود ہے۔ اللہ ھوالاول۔ ھوالآخر۔ ھوالواحد۔ کیونکہ اللہ خود 19 کا مجموعہ ہے چنانچہ قرآن کی آیات' سورتوں کی ترکیب وترتیب کل الفاظ وغیرہ میں نمبر 19 پوشیدہ ہے (صفحہ 483-482)۔ اُس نے قرآن کریم کا عربی متن کے بغیر پہلا انگلش ترجمہ 1981 میں کیا۔ سورۃ نمبر 9 التوبہ کی آخری دو آیات 129-128 کو اُس کے ہی حسابی قاعدے کے تحت علیٰ حالہٖ رہنے دیں تو اُس کی تھیوری 19 فیل ہوجاتی ہے۔ اُسے اُس کا احساس تھا چنانچہ اِس غلطی اور کمی کو دُور کرنے کے لئے 1989ء میں دوسرا ایڈیشن چھاپا اور اُس میں سے یہ دونوں آخری آیات یہ کہہ کر نکال دیں کہ نزول قرآن کے وقت یہ آیات نازل نہیں ہوئی تھیں۔ بعد میں سازش سے داخل کر دی گئی ہیں لہٰذا یہ جعلی Fabricated ہیں۔ ان آیات کو نکال دینے سے اس کی تھیوری درست ثابت ہوجاتی تھی۔ یہ آسمانی کتاب میں عملاً انسانی تحریف تھی۔ اِس سے قرآن کی اللہ کی طرف سے حفاظت کی ذمہ داری غیر مؤثر اور خود قرآن اور اللہ کی ذات پر اعتبار اُٹھ جاتا ہے۔ اِس موضوع پر رسالہ طلوعِ اسلام کی اشاعت نومبر 1980ء کے صفحات 46 تا 49 تک علامہ پرویز مرحوم کے تبصرہ کے ساتھ جناب عبدالقدوس ہاشمی کا مقالہ پُرمغز اور معلوماتی تھا۔ بات واضح ہے کہ قرآن

کریم اِن حسابی فارمولوں کا محتاج نہیں۔ وہ ایک نظام حیات ہے جسے عملاً نافذ کرنے سے قرآن کے بیان کردہ حقائق مشہود اور دعوے درست برحق ثابت ہوئے اور ہوں گے۔

بہرحال راشد خلیفہ نے دعویٰ کیا کہ امریکہ دُنیا کی ایک عظیم قوم ہے۔ اللہ نے ہر بستی، قریہ میں اپنا نبی بھیجا جبکہ امریکہ میں ابھی تک کوئی نہیں آیا۔ اب اللہ نے اُسے امریکہ کے لئے مبعوث کیا ہے۔ کچھ عرصہ بعد اُسے قتل کر دیا گیا اور Edip Yuksel منتخب ہوا یا خود جانشین بنا۔ اِس نے 19 سوالوں کا ایک سوالنامہ ایک اسلامی کانفرنس میں پیش کیا تھا جو احادیث کی غیر یقینی صحت کے بارے تھا۔ ڈاکٹر سید عبدالودود مرحوم نے اپنی تصنیف Pretender - Mutual Tussle and Qur'an میں جواب دیا ہے۔

ایسا ہی ایک اور فرقہ ہے جس کا بانی 19 صدی میں ایران کا بہاءاللہ تھا۔ یہ بھی ہندسہ 19 کے سخت قائل ہیں ان کے دو خوبصورت ٹمپل دِلی اور شکاگو میں ہیں جو میں نے 1992ء اور 1996ء میں دیکھے۔ اس میں تمام کھڑکیاں اور دروازے 19 ہیں۔ کوئٹہ اور کراچی میں کم وبیش تمام کیفے بہائیوں کی ملکیت میں تھے۔ اب تقریباً یہ تمام پاکستان سے چلے گئے ہیں۔ یہ اور تنظیم 19 در پردہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو احمدیوں کی طرح راشد خلیفہ کی سطح پر لانا چاہتی ہے۔ کلمہ شہادت میں اللہ کے نام کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل کرنا شرک سمجھتی ہے۔ یہ انکشاف کولالپور ملائشیا کے ٹور پر مجھے ایک چینی نے کیا اور کہا کہ ''السلام علیکم'' کہنا بھی غیر قرآنی ہے اور درست ''سلام علیکم'' ہے۔ حوالہ آیات 7:46، 6:54، 39:73، 16:32، 13:24۔ خیر یہ لوگ انگلش میں سلام علیکم نہیں کہتے بلکہ Peace اور خود کو مسلم نہیں بلکہ Submitter لکھتے ہیں۔ پانچ کی بجائے یہودیوں کی طرح تین نمازوں کے قائل ہیں کیونکہ اتباعِ ابراہیمی 3 میں ہے۔ نماز میں سجدہ، قیام اور رکوع کیسے کیا جائے اور کیا پڑھا جائے اہلِ قرآن کی طرح قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔ تفصیل کے لئے www.free-minds.org دیکھ لیں۔

المختصر جیسا کہ خواجہ ازہر صاحب نے آخری کلمات میں دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے وہ ہی کافی ہے:

''اِن حضرات کے سامنے اصل و بنیادی مباحث نہیں آسکے۔ ان کے سامنے دین کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہ پھر اِسی غلطی کا اعادہ کر رہے ہیں اور مذہب میں اصلاح کے خواہش مند ہیں۔ حدیث کے مقام کو متعین نہیں کیا۔۔۔۔۔ اِس لئے جب تک اِن مفکرین کے سامنے دین کا تصور صاف نہیں ہوتا اور جب تک حدیث کے مقام کو صحیح طور پر متعین نہیں کرتے۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ ان کی تمام کوششیں نقش بر آب ثابت ہوں گی''۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

غلام باری (مانچسٹر)

انسانوں پر انسانوں کی حکومت ومحکومیت شرک ہے

قرآن کریم فرقہ بندی کو بھی شرک قرار دیتا ہے کیونکہ فرقہ پرستی میں اجتماعی طور پر اللہ (قوانین خداوندی) کی اطاعت ومحکومیت اختیار نہیں کی جاتی بلکہ انفرادی طور پر فرقہ کے بانی کی پیروی کی جاتی ہے۔ مثلاً اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھنے والے اشخاص امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی پیروی کرتے ہیں اور شیعہ کہلانے والے لوگ امام جعفر صادقؒ کے مذہب کا اتباع۔ فرقے مذہب میں ہوتے ہیں دین میں فرقے نہیں ہوتے۔ انبیائے کرامؑ دین قائم کرنے کے لئے آئے تھے' فرقے بنانے کے لئے ہرگز نہیں (42:13)۔ شرک سے سب اعمال رائیگاں ہوجاتے ہیں۔ یہ اللہ کا فرمان ہے کہ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (6:88)۔ یہ خدا کی طرف سے عطا شدہ راہنمائی ہے جس سے ہر وہ شخص جو صحیح راستے پر چلنا چاہے' صحیح راستے کا پتہ نشان پالیتا ہے۔ لیکن اگر یہ لوگ اس راستے کے ساتھ دوسرے راستوں کو بھی ملالیں' تو ان کے سب اعمال رائیگاں جائیں گے۔ یہ اس دنیا کی بات کی گئی ہے۔ اُخروی دنیا کی جنت بھی اعمال ہی کے بدلے کا نام ہے۔ جب اعمال ہی پلّے نہ ہوں تو پھر کسی کا جنت میں جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دونوں قسم کے شرک سے اس دنیا میں معاشرہ جہنمی بن جاتا ہے اور اُخروی زندگی میں بھی ٹھکانہ جہنم۔ قرآن کریم میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (5:72)۔ جو شخص اللہ کی حاکمیت میں کسی اور کو شریک کرلیتا ہے اس پر جنت حرام ہوجاتی ہے۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے۔ یہ بڑی زیادتی ہے (بڑا ظلم ہے) کہ انسانوں کو خدا کا درجہ دے دیا جائے۔ ایسے ظالموں کا کوئی حامی وناصر نہیں ہوسکتا۔ دوسرے مقام پر ہے کہ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (5:45) جو لوگ اس ضابطۂ قوانین کے مطابق فیصلے نہیں کرتے جسے خدا نے نازل کیا ہے وہ ظالم ہیں۔ (فیصلے کرنا حکومت کے کام ہوتے ہیں)۔

سورۃ النسآء میں ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (4:116)۔ انسان کی معمولی لغزشیں قابل معافی ہوتی ہیں' اور جو شخص (قانون کے مطابق) معافی چاہے اسے معافی مل سکتی ہے۔ لیکن شرک ایسا جرم عظیم ہے جس سے معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ تو خدا کے مقابلہ میں متوازی حکومت قائم کرنا ہے۔ یہ روش

انسان کو صحیح راستے سے دور لے جاتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بہت ہی دور۔

قرآن کریم میں ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (31:13) لقمان خود بھی احکامِ خداوندی کا اتباع کرتا تھا' اور اپنی اولاد کو بھی ان کے اتباع کی تلقین کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹے سے' جسے وہ حکمت کے اصول سمجھا رہا تھا کہا کہ اے میرے بیٹے! (سب سے پہلے اس بنیادی اصول کو سمجھ لو جس پر انسانی فکر کی ساری عمارت استوار ہوتی ہے اور وہ یہ کہ) خدا کے اقتدار و اختیار میں کسی اور کو شریک مت کرو' اطاعت اور محکومیت صرف خدا کی اختیار کرو' یاد رکھو خدائی اختیارات میں کسی اور کو شریک کرنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان' خدا کو اُس کے مقامِ بلند سے نیچے اتارتا ہے' اور غیر خدائی قوتوں کو ان کے مقام سے اونچا لے جاتا ہے یہ بہت بڑا ظلم ہے (ظلم کے ایک معنی یہ ہیں کہ کسی شئے کو اُس کے مقام پر نہ رہنے دینا۔ انسان جن قوتوں کو خدا کا درجہ دے دیتا ہے' وہ یا تو فطرت کے مظاہر ہیں یا خود دوسرے انسان۔ مظاہرِ فطرت سب انسان کے لئے مسخر کئے گئے ہیں۔ اور انسان' انسان ہونے کی جہت سے سب برابر ہیں۔ اس لئے کسی انسان کا کسی دوسرے انسان یا مظاہرِ فطرت میں سے کسی کے سامنے جھکنا اس کے شرفِ انسانیت کی تذلیل ہے)۔

لقمان نے اپنے بیٹے سے یہ بھی کہا کہ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (31:17)۔ اے میرے بیٹے! تم نظامِ صلوٰۃ کو قائم کرو۔ جس بات کو وحیٔ خداوندی جائز قرار دے اس کا حکم دو۔ جسے وہ معیوب کہے' اس سے لوگوں کو روکو۔ (نظامِ صلوٰۃ (دین) قائم کرنا پھولوں کی سیج نہیں کانٹوں بھری راہ ہے۔ ہر مفاد پرست گروہ اور غیر خدائی حکومت اس کی راہ میں متحدہ محاذ بنا کر روک بن کے کھڑے ہو جایا کرتے ہیں)۔ اس نظام کے قیام اور بقا کی جدوجہد میں' تمہیں جو مشکلات بھی پیش آئیں' ان میں ہمیشہ ثابت قدم رہو۔ یاد رکھو! مصائب و مشکلات میں ثابت قدم رہنا بڑی ہمت کا کام ہے اور اس کے لئے بڑے مستحکم ارادے کی ضرورت ہوتی ہے۔ سورۃ حج کی آیت نمبر 41 کی طرح اس آیت سے بھی واضح ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' قرآنی حکومت کا کام ہے۔ یہ ان حضرات کا کام نہیں جو قیامِ دین کی بات تک نہیں کرتے بلکہ مخالفت کرتے ہیں اور آج پاکستان کی برکت سے شاندار کوٹھیوں کے مالک بن کر ہوائی جہازوں پر غیر ملکی دورے کرتے پھرتے ہیں' جن کے بزرگوں کو پاکستان بننے سے پہلے سواری کے لئے سائیکل بھی میسر نہ تھی اور اُن کے کچے گھروں میں مسجد کے تیل سے دِیا جلایا جاتا تھا' انہیں پاکستان کی قدر نہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین (اجتماعی نظامِ زندگی) دے کر بھیجا گیا تھا (9:33) اور یہ بھی کہا گیا کہ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ

كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (10:104)

ان سے کہہ دو کہ اگر تم میرے پیش کردہ نظامِ زندگی کی صداقت کے بارے میں اب بھی شک میں ہو تو تمہارے اس شک سے میرے یقین پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ اس سے یہ نہیں ہو سکتا کہ مَیں ان قوتوں کی اطاعت و محکومیت اختیار کر لوں جنہیں تم خدا کے سوا' صاحبِ اقتدار و اختیار مانتے ہو۔ مَیں تو صرف اس خدا کی محکومیت اختیار کروں گا جس کے اقتدار کا یہ عالم ہے' کہ اور تو اور خود تمہاری موت اور حیات بھی اُسی کے قانون کے ساتھ وابستہ ہے۔ مجھے اس کا یہی ارشاد ہے کہ مَیں اس جماعت میں رہوں جو اس کے قوانین کی صداقت پر ایمان رکھتی ہے۔ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (10:105) اور اپنی توجہات کو ہر طرف سے ہٹا کر اس دین (نظامِ زندگی) کے قیام پر مرکوز کر لوں۔ اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤں جو زندگی کے مختلف پہلوؤں کے لئے مختلف قوتوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور قوانین خداوندی کے ساتھ غیر خداوندی قوانین کو بھی شامل کر کے مشرکانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

ساری کائنات میں اللہ ہی اکیلا حاکمِ اعلیٰ (Sovereign) ہے (17:111) اور وہ اپنی حکومت (Government) میں کسی کو شریک نہیں کرتا وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا (18:26)۔ اُس نے انسانوں کو بھی اپنی عبودیت (محکومی و اطاعت) میں شرک سے منع فرمایا ہے جب کہا کہ وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (18:110)۔ یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں اپنے دو ساتھیوں کو اُن کے خوابوں کی تاویل بتانے سے پہلے نہایت دِل نشین انداز سے اپنا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا کہ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (12:37) مَیں اُن لوگوں کے مسلک پر نہیں ہوں جو نہ اللہ (جس کے قوانین کے ذریعے تمام سلسلۂ کائنات سرگرمِ عمل ہے) کو مانتے ہیں اور نہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ (12:38) مَیں ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ کی اولاد میں سے ہوں اور انہی کے مسلک کا پیرو ہوں۔ ہم اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کرتے۔ اس حقیقت کا پا لینا (کہ اقتدارِ خداوندی میں کسی اور کو شریک نہیں کرنا چاہئے) خدا کا بہت بڑا فضل ہے جو اُس نے ہم پر اور دوسرے انسانوں پر (جو اس مسلک کے متبع ہیں) کیا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ اُس کے اس فضلِ عظیم کی قدر شناسی نہیں کرتے۔ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (12:39)۔ (توحید کے اس نکتہ کو ایک اور انداز سے سمجھئے) ایک شخص صرف ایک آقا کا نوکر ہے۔ اور وہ آقا بھی ایسا جو ہر قسم کے اختیارات رکھتا ہے۔ اور دوسرا شخص بیک وقت بیسیوں مالکوں کی نوکری کرتا ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ ان میں سے کس کی زندگی اچھی طرح سے گذرے گی؟ ظاہر ہے کہ اُس کی زندگی اچھی ہو گی جو ایک آقا کا ملازم ہے اور وہ اُس کی تمام ضروریات پوری کرتا رہتا ہے۔

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (12:40)۔

بس یہی صورت ایک خدا کی اطاعت اختیار کرنے والوں کی ہوتی ہے' اور اُن کے مقابلہ میں اُن کی جو مختلف آقاؤں کو اپنا خدا مانیں۔ تم لوگ مختلف خداؤں کے سامنے جھکتے ہو۔ کبھی تم نے اس پر بھی غور کیا ہے کہ ان خداؤں کی حقیقت اور اصلیت کیا ہے؟ بس اتنی ہی کہ یہ محض چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ چھوڑے ہیں۔ ورنہ ان کی اپنی کوئی حقیقت اور پوزیشن نہیں۔ (تم سے کہا جاتا ہے کہ خدا نے انہیں حکومت بخشی ہے' یہ خدا کے نمائندے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے) خدا نے ان کے لئے کوئی سند نہیں بھیجی (کہ اس نے انہیں اپنے اختیارات دے رکھے ہیں)۔ یاد رکھو! اختیارات واقتدار کا واحد مالک خدا ہے۔ اس کے سوا حکومت کا حق کسی کو حاصل نہیں۔ اس کا فرمان یہ ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی محکومیت واطاعت اختیار نہ کی جائے۔ یہ ہے زندگی کا محکم اور استوار نقشہ۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

ایک عظیم قرآنی خزانہ

قرآن مجید پر غور و فکر کرنے والوں کے لئے خوشخبری

مفکرِ قرآن مجید علامہ پرویزؒ صاحب کی زندگی بھر کی قرآنی بصیرت کو دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔

سی ڈی اور کتب کی خریداری

WWW.TOLUISLAM.COM

☆ بیرون ملک bazmdenmark@gmail.com, PDF.EBOOK

☆ اندرون ملک' فون: +92 42 35753666' ای میل: trust@toluislam.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن

ٹیکنالوجی اور اقتصادی ترقی

عصر حاضر میں وہ واحد عنصر جو ایک قوم کی قسمت اور سماجی و اقتصادی ترقی کا تعین کر سکتا ہے، وہ ہے سائنس اور ٹیکنالوجی۔ یہ سائنسدان اور انجینئر ہی ہیں جو اس دنیا کو تبدیل کر رہے ہیں۔ اس کا واضح ثبوت ٹیکنالوجی کے استعمال سے بڑے پیمانے پر وجود میں آنے والی اشیاء ہیں جو موبائل فون سے لے کر کمپیوٹر تک اور ادویات کی صنعت سے لے کر ہوائی جہازوں کی تیاری تک محیط ہیں۔ بلاشبہ ملکی قیادت اور جمہوریت کی کامیابی یا ناکامی کا دارومدار معیاری تعلیم پر منحصر ہے۔ ملکی ترقی کے تمام پہلوؤں پر معیاری نظام تعلیم ہی براہ راست اثر انداز ہوسکتا ہے۔ چاہے وہ صنعت زراعت کی ترقی ہو، قانون کے نظام کی انجام آوری ہو، صحت یا سماجی ذمہ داری کا احساس ہو۔

ہمارے ملک کی حالیہ پریشانیوں کا سہرا پچھلی اور موجودہ حکومتوں کے سر ہے۔ جنہوں نے تعلیم جیسے شعبے کو مجرمانہ حد تک فراموش کیا ہے۔ ہم اپنے GDP کا صرف 1.7% حصہ تعلیم پر خرچ کر رہے ہیں۔ اس طرح ہمارا شمار دنیا کے ان سات کمزور ترین ممالک میں ہوتا ہے جو اپنے GDP کا سب سے کم حصہ تعلیم پر خرچ کرتے ہیں۔ ہمارے ملک کے بچے جہالت کی نذر ہو جاتے ہیں اور اسی وجہ سے بڑے پیمانے پر بے روزگاری جنم لیتی ہے۔ جس کے ذریعے پیدا ہونے والا انتشار آج کے ہزاروں جوانوں بالخصوص شہر کراچی کے نوجوانوں کو ڈکیتیوں، لوٹ مار اور رہزنی میں ملوث کر دیتا ہے کیونکہ ان کے پاس زندہ رہنے کا یہی واحد ذریعہ بچتا ہے۔ موبائل فون کا پستول کے زور پر چھیننا اس جرم کی ابتدا ہوتا ہے اور پھر آسانی سے حاصل ہونے والا پیسہ انہیں گاڑیاں چھیننے اور پھر ڈکیتی اور اغوا تک کے راستے پر لے جاتا ہے۔ افسوس یہ ہے وہ راستہ جو پاکستان نے اپنے جوانوں کے لئے چنا ہے اور اس جرم میں تمام حکمراں اور بڑی سیاسی پارٹیاں برابر کی شریک ہیں جنہوں نے تعلیم کے شعبے کو فراموش کر کے پاکستان کو ایک جیتی جاگتی دوزخ کا نمونہ بنا دیا ہے۔ آج اگر بین الاقوامی سطح پر چناؤ کے ذریعے معلوم کیا جائے کہ وہ کون سا ملک ہے جہاں جرائم کی وجہ سے رہنا مشکل ہو چکا ہے اور جہاں روزگار اور تجارت کے سب سے کم مواقع ہیں تو افسوس کہ پاکستان اُن میں سب سے آگے ہوگا۔ پچھلی چھ دہائیوں سے کی جانے والی بدترین چوری اور ہیرا پھیری نے ملک کو گھٹنے ٹیکنے پر اس حد تک مجبور کر دیا ہے کہ اس کی سلامتی بھی خطرے میں ہے۔ اگر ہم اپنی ترجیحات پر غور کریں اور انہیں تبدیل کرنے کی کوشش کریں تو ان سب کا حل محض ''معیاری تعلیم و تربیت'' ہی میں مضمر ہے۔ جس حیرت

انگیز انداز سے سائنس، ٹیکنالوجی اور جدت طرازی نے دنیا کے کچھ ممالک میں ترقی کے رخ بدل دیئے ہیں ان کے استعمال سے ہم بھی اپنی اس حالیہ بدحالی سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کی چند مثالیں یہاں پیش ہیں۔

خلیوں کی بڑے پیمانے پر افزائش بھی اب کوئی مسئلہ نہیں رہی ہے۔ بائیوری ایکٹر کے ذریعے کثیر تعداد میں خلیے پیدا کئے جا سکتے ہیں اور جلد ہی ایک دن آئے گا جب ہم گوشت کے خلیوں کو بھی بڑے پیمانے پر افزائش کر سکیں گے اور اس طرح یہ استعمال کے لئے مصنوعی گوشت استعمال ہو سکے گا جو بالکل اصل گوشت جیسا ہوگا۔ حال ہی میں کیلیفورنیا سین ڈیاگو کی کمپنی نے اعلان کیا ہے کہ اس نے کاروباری بنیادوں پر 3D پرنٹر تیار کر لیا ہے جو کہ انسانی اعضاء بنا سکتا ہے۔ اس 3D پرنٹر کی کارکردگی یہ ہے کہ کسی بھی قسم کے خلیوں کا نمونہ مہیا کرنے پر اسی قسم کے مزید خلیے بنا کر پہلے سے بتائے ہوئے طریقہ کار کے ذریعے یکجا کرتا ہے۔ یہ ٹیکنالوجی جس کے ذریعے وہ مختلف انسانی اعضاء تیار کر سکیں گے ایک دن نہایت ہی کارآمد ثابت ہوگی۔

دنیا میں تقریباً 170-130 بلین لوگ یرقان (ہیپاٹائٹس سی) کا شکار ہیں۔ یرقان ایک عام وائرل بیماری ہے جو کہ پاکستان سمیت اُن ممالک میں پائی جاتی ہے جہاں صاف پانی کی فراہمی ممکن نہیں ہے اور ناقص ذرائع نکاسی ہے۔ یونیورسٹی آف البرٹا کے مائیکل ہاؤٹن اور ان کے ساتھیوں نے ایک حیرت انگیز دریافت کی ہے، انہوں نے ہیپاٹائٹس سی کے لئے ایک ایسی ویکسین تیار کر لی ہے جو کسی بھی قسم کے ہیپاٹائٹس کے لئے مؤثر ہو سکتی ہے۔

ایک میڈرڈ ڈیزائنر نے ایسا سفری سوٹ کیس تیار کر لیا ہے جو کہ خود بخود اپنے مالک کے پیچھے جاتا ہے۔ اس میں بیٹری سے چلنے والا کیٹر پلر ٹریک سسٹم نصب کر دیا گیا ہے جو کسی بھی رخ میں گھوم سکتا ہے۔ اسے اپنے فون کے بلیوٹوتھ سے بھی جوڑا جا سکتا ہے۔ ایک آلہ مائیکرو پروسیسر پہلے سمت کا اندازہ لگاتا ہے اور پھر سوٹ کیس کو اس کے مالک مسافر کی طرف جانے کا اشارہ کر کے روانہ کر دیتا ہے۔

یہ تین جدید ترین مثالیں ٹیکنالوجی کے میدان میں رونما ہونے والی ترقی کا منہ بولتا ثبوت ہیں لہٰذا جن ممالک نے جدید ٹیکنالوجی کو اپنایا ہے وہ تیزی سے ترقی کی راہوں پر گامزن ہیں کیوں کہ اس قسم کی ہزاروں دریافتیں ہر ہفتے رونما ہوتی ہیں اور جلد ہی کاروباری سطح پر دستیاب ہو جاتی ہیں۔ ان پر تحقیق یا تو جامعات کے R&D سینٹرز میں ہوتی ہے یا نجی کمپنیوں میں۔ لیکن ان تحقیقاتی عوامل کی مزید نشوونما میں ان ممالک کی حکومتوں کا بہت اہم کردار ہے جنہوں نے اپنی جامعات کو بڑے پیمانے پر فنڈز مہیا کر کے مضبوط کیا ہے اور ٹیکنالوجی پارک قائم کئے ہیں اور نئی کمپنیوں کی بنیادیں رکھنے کے لئے کثیر فنڈز مختص کئے ہیں۔

پاکستان میں ہم نے سائنس اور ٹیکنالوجی، تعلیم اور جدت طرازی کو نہایت ہی کم توجہ دی ہے اور جو کچھ ترقی گزشتہ سالوں میں حاصل کی تھی وہ بھی ہمارے حکمرانوں نے تباہ و برباد کر دی ہے۔ بائیوٹیکنالوجی کے میدان میں زراعت و میڈیسن نے بڑی ترقی کی ہے۔ بھارت نے 1986ء میں مرکزی حکومت کے زیر سایہ شعبہ بائیوٹیکنالوجی قائم کیا تھا جو بیشتر بائیوٹیکنالوجی کے پروگراموں اور

بائیوٹیکنالوجی کی صنعت کو فنڈز فراہم کرتا ہے لہٰذا یہ صنعت اُن کے یہاں بڑی تیزی سے پھل پھول رہی ہے اور IT کی صنعت کے نقش قدم پر جو پہلے ہی 60 ارب ڈالر کی سالانہ برآمد تک پہنچ چکی ہے۔ بائیوٹیکنالوجی کی صنعت بھی 3 ارب ڈالر سالانہ تک پہنچ چکی ہے اور 25% سالانہ کے حساب سے ترقی کر رہی ہے۔ یہاں میں مشہور نوبیل لاریٹ کے کچھ الفاظ آپ کے لئے پیش کر رہا ہوں۔

''مستقبل میں صنعتی ترقی کے لیے بائیوٹیکنالوجی کی افادیت پر بہت کچھ کہا جا چکا ہے' بائیوٹیکنالوجی کے روشن مستقبل اور حالیہ طاقت کے مدنظر' سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ ترقی پذیر ممالک بائیوٹیکنالوجی کے مقام کو مضبوط کرنے کے لیے صف بستہ نہ ہوں..... یہ ایک المیہ سے کم نہ ہوگا کہ جنیات' حیاتیات اور کیمیاء کے اس قدر وسیع نظریات ترقی یافتہ ممالک (یعنی صرف دنیا کی مختصر آبادی کے بڑے سینٹرز ہی تک محدود ہو کر رہ جائیں''۔

2001ء جب میں وفاقی وزیر برائے سائنس وٹیکنالوجی تھا تو میں نے پاکستان میں نیشنل کمیشن برائے بائیوٹیکنالوجی قائم کیا تھا۔ اس کمیشن کے تحت بڑی تعداد میں پروگراموں کا انعقاد کیا گیا۔ اس طرح بائیوٹیکنالوجی کی بنیادیں ڈالنا شروع ہی ہوئی تھیں کہ ملک دشمن عناصر حرکت میں آ گئے۔ آنے والی حکومت نے ''نیشنل کمیشن آف بائیوٹیکنالوجی'' کو بند کر دیا اور اس کے تحت ہونے والے تمام پروگرام بھی بند کر دیئے گئے۔ سائنس کا ایک دوسرا شعبہ بڑی تیزی سے پنپ رہا ہے وہ ہے نینوٹیکنالوجی۔ چین' بھارت اور دوسرے بہت سے ممالک اس میدان میں بھاری سرمایہ کاری کر رہے ہیں کیوں کہ اس شعبے کے زیر اثر طاقتور کمپیوٹر' الیکٹرونک آلات' زراعت و ادویات کی صنعت اور انجینئرنگ کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی صنعتوں پر اثر ہو رہا ہے۔ 2001ء میں' میں نے نیشنل کمیشن آف نینوٹیکنالوجی بھی قائم کیا تھا اور اس شعبے کی ترقی کے لئے وزارتِ سائنس وٹیکنالوجی سے فنڈز بھی مہیا کئے تھے لیکن صد افسوس کہ اس کے ساتھ بھی وہی ہوا جو بائیوٹیکنالوجی کمیشن کے ساتھ ہوا تھا۔ نیشنل کمیشن آف نینوٹیکنالوجی کو بھی آنے والی حکومت نے بند کر دیا اور اس کے تحت شروع ہونے والے پروگرام بھی بند کر دیئے گئے۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن (HEC) کو برباد کرنے کے لئے بدعنوان سیاستدانوں کی طرف سے کئے گئے پے در پے وار بھی اسی افسوسناک کہانی کا ایک حصہ ہیں۔ اس کا بجٹ بھی آدھا رہ گیا ہے اور اس کے بیشتر پروگراموں کو شدید نقصان پہنچا ہے اور بند بھی کرا دیئے گئے ہیں۔

پاکستان کے سب سے بڑے دشمن تو خود اسی ملک میں موجود ہیں' جنہوں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ پاکستان کو کسی بھی شعبے میں ترقی نہیں کرنے دیں گے تاکہ وہ ایک ناکام ریاست بن جائے جبکہ خود لوٹ مار کر کے تمام ملکی اثاثے بیرون ملک بنکوں میں جمع کر کے خود بھی بیرون ملک روانہ ہو جائیں گے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

منصور مہدی

رسومات کے نام پر انسانیت کی رُسوائی

قبیح رسم ورواج کا پردہ چاک کرتی ہوئی دلچسپ تحریر

اگرچہ دنیا کے ہر خطے میں اور کسی نہ کسی دور میں عورت ایک بکاؤ مال رہی ہے۔ کبھی اسے خاندانی عزت وحشمت کا نام دے کر ذلیل کیا گیا تو کبھی علاقائی اور قومیت کی بنیاد پر بنے ہوئے نام نہاد رسم ورواج کے نام پر رسوا کیا گیا اور کبھی مذہب اور اعتقاد کے نام پر اسے قربانی کی بھینٹ چڑھایا گیا۔ اگرچہ اب کچھ ممالک کی خواتین کو کہنے کو تو مردوں کی برابری کا درجہ مل چکا ہے مگر بیشتر ممالک اور علاقوں میں اب بھی عورت ایک ایسی ہی جنس ہے کہ جس کی نہ صرف خرید وفروخت جائز سمجھی جاتی ہے بلکہ ضرورت پڑنے پر اسے بطور مال دوسروں کے تصرف میں بھی دے دیا جاتا ہے۔

جبکہ عورت پر تشدد، مار پیٹ کو تو معمولی بات سمجھا جاتا ہے اور اس حوالے سے ماں، بہن، بیٹی، بیوی یا محبوبہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ پاکستان اور خصوصاً اس کے کچھ علاقے تو اس حوالے سے اتنے مشہور ہیں اور وہاں خواتین کے حوالے سے ایسے ایسے سنگین رسم ورواج ہیں کہ جن کا کوئی مہذب معاشرہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ ان رسم ورواج میں ''سوورہ''، ''وٹا سٹا''، ''ولوار''، ''کاروکاری''، ''قرآن سے شادی''، ''سنگ چٹی'' جیسی ظالمانہ رسوم بھی شامل ہیں۔

سوورہ

سوورہ نامی رسم زیادہ تر پنجاب اور سندھ کے دیہی علاقوں میں اب بھی رائج ہے۔ اس رسم کے مطابق کسی بھی قسم کے جھگڑے کو نمٹانے کے لیے ایک فریق دوسرے فریق کو اپنی لڑکی دے دیتا ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ کچھ ماہ پہلے پنجاب کے ایک دیہات میں پیش آیا کہ جب بچوں سے شروع ہونے والی لڑائی بڑھتی بڑھتی اس حد تک پہنچ گئی کہ ایک فریق جو غریب تھے اور جن کے بچوں کا کوئی قصور بھی نہیں تھا مگر غربت کی وجہ سے ان کی کوئی شنوائی نہیں ہو رہی تھی۔ جب اس خاندان کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تو انہوں نے اس لڑائی کو ختم کرنے کے لیے اپنی جوان سال لڑکی کو بھینٹ چڑھاتے ہوئے دوسرے فریق کو دے دی۔ (نوٹ: اب مذہبی خوف اور ڈر کی وجہ سے ایسی لڑکی کا نکاح کر دیا جاتا ہے وگرنہ پہلے دور میں یہ نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ وہ لڑکی بحیثیت غلام یا کنیز کے دی جاتی تھی اور اس کے ساتھ ہر طرح کا سلوک کیا جاتا تھا)۔ اس رسم کے تحت لڑکی کی کوئی عمر یا رشتہ ملحوظ نہیں رکھا جاتا بلکہ صرف لڑکی ہونا شرط ہے۔

وٹا سٹا

وٹا سٹا نامی رسم تو عام رسم ہے کہ جس کے تحت کسی لڑکی کا رشتہ لیتے وقت اپنی لڑکی کا رشتہ دینا ہوتا ہے۔ اس میں بھی عمر کا کوئی خیال

نہیں رکھا جاتا بلکہ جس لڑکی کا رشتہ لیا جا رہا ہے وہ اگر جوان ہے تو اس کے بدلے میں اگر جوان لڑکی نہیں تو نابالغ لڑکی ہی دے دی جاتی ہے۔ یہ رسم پنجاب میں بہت عام ہے۔ اسے علاقائی رسم کا نام دیا جاتا ہے۔

ولوار

ولوار نامی رسم صوبہ خیبر پختونخواہ کے کچھ علاقوں میں عام ہے جبکہ پنجاب اور سندھ کے کچھ علاقوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس رسم کے تحت آپ پیسوں کے بدلے میں دلہن خرید سکتے ہیں۔

کاروکاری

کاروکاری نامی قبیح رسم سندھ اور پنجاب کے کچھ علاقوں میں عام ہے۔ ذرائع ابلاغ کی رپورٹس کے مطابق سندھ میں گذشتہ سال 481 خواتین کو قتل کیا گیا جن میں سے زیادہ پر ''کاری'' ہونے کا الزام تھا۔ جبکہ ملک بھر میں ہر ماہ اوسطاً 20 سے 23 خواتین کو ''کاری'' ہونے کے الزام میں زندگی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ جیکب آباد، شکارپور، کشمور، گھوٹکی اور لاڑکانہ سندھ کے وہ اضلاع ہیں کہ جہاں سب سے زیادہ خواتین کو کاری قرار دیا جاتا ہے۔

سندھی زبان میں ''کارو'' کا مطلب ہے سیاہ اور اسی کی مناسبت سے عورت کے لئے ''کاری'' استعمال ہوتا ہے یعنی سیاہ کار بدکردار جوڑا۔ وہ جوڑے جو محبت کرتے ہیں اگر وہ پکڑے جائیں تو انہیں کارو اور کاری قرار دے کر مار دیا جاتا ہے۔ تاہم کارو کے تحت لڑکے بہت کم قتل کیے جاتے ہیں جبکہ لڑکیوں کے قتل کا تناسب زیادہ ہوتا ہے۔ لڑکے عموماً اس صورت میں کارو کی بھینٹ چڑھتے ہیں کہ جب ان کا تعلق غریب خاندانوں سے ہو۔

سندھ کے علاوہ بلوچستان اور پنجاب کے وہ اضلاع جو سندھ کے ساتھ لگتے ہیں وہاں پر بھی کاروکاری کی رسم ہے۔ کسی لڑکی کو کاری قرار دیتے ہی اس کا باپ یا بھائی یا بیٹا یا قریبی رشتہ دار غصے میں پھنکارتا ہوا نیم پاگل کلہاڑی یا بندوق لہراتا ہوا گھر میں داخل ہوتا ہے جبکہ بزرگ مرد، عورتیں اس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہیں۔ پاک کتاب کا واسطہ دیتے ہیں۔ نشانہ بننے والی ماں، بہن، بیٹی یا بیوی اپنا دوپٹہ اس کے قدموں میں ڈال کر زندگی کی بھیک مانگتی ہے لیکن وہ شخص کسی بھی رشتے کی پروا نہ کرتے ہوئے مطلوبہ کاری کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ اور بعد میں وہ بڑے فخر سے سر اٹھا کر باہر چلا جاتا ہے جیسے اس نے کوئی بہت بڑا معرکہ سر کر لیا ہو۔

اس رسم کے تحت صرف قابل اعتراض حالت میں پکڑے جانا ہی کوئی واحد شرط نہیں بلکہ اپنی مرضی سے کسی سے شادی کر لینا یا پھر کسی پر کوئی شک وشبہ ہو جانا یا پھر کسی کو بھی پھنسانے یا بدلہ لینے کے لیے الزام لگا دینا ہی کافی ہوتا ہے۔ بس الزام لگنے کی دیر ہوتی ہے کہ غیر تو غیر اپنے ہی پالنے پوسنے والے جان کے درپے ہو جاتے ہیں اور اپنے ہی ہاتھوں اسے لاش میں بدل دیتے ہیں۔ ابھی چند دن پہلے ذرائع ابلاغ میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ایک بہادر اور جری شوہر نے اپنی بیوی کو محض اس لئے موت کے گھاٹ اتار دیا کہ اسے شبہ ہوا

کہ اس کی بیوی موبائل فون پر جس سے بات کر رہی ہے وہ کوئی اجنبی شخص ہے۔

کاروکاری کی ایک اور قسم بھی ہے۔ وہ اس وقت لاگو ہوتی ہے کہ جب ایک قبیلے کی لڑکی دوسرے قبیلے کا لڑکا اگر گھر سے بھاگ کر نکاح کر لیں تو اس سے قبائلی دشمنی پیدا ہو جاتی ہے اور خصوصاً لڑکی کا قبیلہ مطالبہ کرتا ہے کہ لڑکے لڑکی کو اس کے حوالے کیا جائے۔ باقاعدہ قبائلی قاتل دستہ بھی اسی جوڑے کا تعاقب کرتا ہے اور موقع ملنے پر اسے قتل کر دیا جاتا ہے اور پھر اس واقعہ سے شروع ہونے والی دشمنیاں برس ہا برس چلتی ہیں۔

بعض قبائل میں تو رواج ہے کہ اگر گھر سے بھاگنے والے جوڑے کو زندہ پکڑ لیا جائے اور قبیلے کے سربراہ کو ان کے باہم جنسی تعلقات کا یقین ہو جائے تو پورے اہتمام سے ان کا نکاح کرایا جاتا ہے اور پھر ان کے رشتہ دار اجتماعی کارروائی کر کے ان کے سر تن سے جدا کر دیتے ہیں۔ قبائلی جرگے بھی ایسے ''جوڑوں'' کو ''کاروکاری'' کا مجرم قرار دے دیں تو انہیں قتل کر دیا جاتا ہے اور اسے غیرت مندی کی علامت اور قابل فخر سمجھا جاتا ہے۔ پھر برادری کا کوئی بوڑھا شخص کلہاڑی کندھے پر رکھ کر تھانے میں پیش ہو جاتا ہے اور اعتراف کر لیتا ہے کہ یہ قتل اس نے غیرت کی وجہ سے کیا ہے اور پورا قبیلہ اس کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔

اس رسم کا اور بھی قبیح پہلو ہے کہ اگر ایسے واقعات میں لڑکا مارا جائے اور لڑکی زندہ بچ جائے تو اس بے چاری کی مٹی پلید ہو جاتی ہے۔ بااثر وڈیرے اور قبیلوں کے بعض نام نہاد معززین اسے مال غنیمت سمجھتے ہیں اور جیسا چاہتے ہیں اس کے ساتھ سلوک روا رکھتے ہیں۔

قرآن سے شادی

قبائلی معاشرے میں بہنوں بیٹیوں کو جائیداد اور املاک سے شرعی حصہ دینے کا رواج بہت کم ہے۔ زمینیں، املاک، دولت کی تقسیم سے بچنے کے لئے یا جائیداد کو بچانے کے لئے اپنی بہنوں بیٹیوں کو ''قرآن سے شادی'' کی رسم کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔

سنگ چٹی

جاگیردارانہ اور قبائلی معاشرے میں ایک اور مکروہ اور ظالمانہ رسم اب بھی موجود ہے جسے سنگ چٹی کہا جاتا ہے۔ اور یہ خواتین کے خلاف ظلم و استحصال کی بدترین شکل ہے۔ اس رسم کے تحت بھی کسی لڑائی یا جھگڑے کی صورت میں صلح کے عوض دوسرے فریق کو اپنی لڑکیاں دی جاتی ہیں۔ ذرائع ابلاغ میں کچھ عرصہ پہلے یہ خبر شائع ہوئی کہ شکارپور کے مہر قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک خاندان میں چند ہزار کی رقم کے لین دین کے تنازعے پر خونریز جھگڑے کے نتیجے میں 4 افراد قتل ہو گئے تھے۔ چنانچہ پنو عاقل کے قریب واقع گوٹھ ابراہیم میں اس تنازعے کو طے کرنے کے لئے ایک وڈیرے کی زیر صدارت ایک جرگہ ہوا۔ اس تنازعے میں ایک طرف ماموں تھے تو دوسری طرف بھانجے۔ جرگے نے اپنے روائتی طریقہ کار کے مطابق ایک فریق پر 4 افراد کے قتل کا جرم ثابت کیا اور اس کی سزا یہ سنائی کہ مدعا علیہ فریق اڑھائی لاکھ روپے کے علاوہ 12 لڑکیوں کے رشتے بھی مقتولین کے خاندان کو دے گا۔ چنانچہ جن بچیوں کے خاندان کو

خاندانوں میں صلح کی بھینٹ چڑھایا گیا ان میں 5 بچیوں کی عمر 10 سال سے کچھ زیادہ اور باقی کی عمر 6 سے 10 سال کے درمیان تھی۔

خواتین کے خلاف ان تمام انسانیت سوز عوامل کو رسم ورواج کا نام دے کر آج کے جدید دور میں بھی جاری رکھا گیا ہے۔ جبکہ درحقیقت ان کا کسی مذہب یا معاشرتی اقدار سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ملکی قوانین ان کی اجازت دیتے ہیں۔ یہ قانون کی نظر میں جرم ہیں مگر چونکہ جن علاقوں میں رسم وروایات کے نام پر یہ جرم کیے جاتے ہیں۔ وہاں کے صاحب اقتدار افراد حکومت کے ایوانوں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور انہی صاحب اقتدار، طاقتور سردار، وڈیرے اور ان کے زیرسایہ پلنے والے افراد ہی عام طور پر اس جرم کے مرتکب ہوتے ہیں اس لئے عموماً ان جرائم میں ملوث افراد کے خلاف قانونی کاروائی نہیں ہوئی۔

قرآن حکیم کے طالب علموں کے لیے خوشخبری

علامہ غلام احمد پرویزؒ کے سات سو سے زائد دروسِ قرآنی پر مبنی تفسیری سلسلہ کے تحت بزم طلوع اسلام لاہور کی طرف سے مندرجہ ذیل تفسیری کتب کی اشاعت الگ الگ جلدوں میں ہو چکی ہے۔ یہ جلدیں 20x30/8 کے بڑے سائز کے بہترین کاغذ پر خوبصورت طباعت اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیاہدیہ	نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیاہدیہ
سورہ الفاتحہ	(1)	240	160/-	سورۃ الشعرآء	(26)	454	325/-
سورہ الفاتحہ (سٹوڈنٹ ایڈیشن)	(1)	240	110/-	سورۃ النمل	(27)	280	225/-
سورۃ البقرہ (اول)	(2)	500	350/-	سورہ القصص	(28)	334	250/-
سورۃ البقرہ (دوم)	(2)	538	350/-	سورہ عنکبوت	(29)	388	275/-
سورۃ البقرہ (سوم)	(2)	500	350/-	سورہ روم، لقمان، السجدہ	(30,31,32)	444	325/-
سورۃ النساء	(4)	870	700/-	سورہ احزاب، سبا، فاطر	(33,34,35)	570	325/-
سورہ النحل	(16)	334	250/-	سورہ یٰسن	(36)	164	125/-
سورہ بنی اسرائیل	(17)	396	275/-	سورہ الصّٰفّٰت، ص، زمر	(37,38,39)	450	400/-
سورۃ الکہف وسورہ مریم	(18-19)	532	325/-	سورۃ مومن لم سجدہ، سورہ شوریٰ	(42,41,40)	624	550/-
سورہ طٰہٰ	(20)	416	275/-	29واں پارہ (مکمل)	----	544	325/-
سورۃ الانبیآء	(21)	336	225/-	30واں پارہ (مکمل)	----	624	325/-
سورۃ الحج	(22)	380	275/-				
سورۃ المؤمنون	(23)	408	300/-				
سورۃ النور	(24)	264	200/-				
سورۃ الفرقان	(25)	389	275/-				

ملنے کا پتہ: ادارہ طلوع اسلام (رجسٹرڈ) 25/B، گلبرگ 2، لاہور، فون نمبر: 4546 3571-42-92+

بزم ہائے طلوع اسلام اور تاجر حضرات کو ان ہدیوں پر تاجرانہ رعایت دی جائے گی۔ ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہوگا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عطاء الحق قاسمی

ابوجہل کے ساتھ ایک مکالمہ!

میرے ایک دوست نے پوچھا ''کیا تم نظریاتی شخص ہو؟''۔

میں نے کہا ''خدانہ کرے ایسا ہو''۔

اس نے حیران ہوکر پوچھا ''وہ کیوں؟''۔

میں نے کہا ''نظریات کے نام پر لوگ کروڑ پتی بن گئے ہیں' کسی نے قرآن کی تعلیم کے نام پر بیسیوں ایکڑ زمین الاٹ کرالی ہے۔ کسی نے حدیث کی تعلیم کے نام پر سرکاری زمین کوڑیوں کے مول خریدی ہے' کوئی نظریاتی تعلیم کے نام پر کاروباری تعلیمی ادارے بناتا جارہا ہے' نظریاتی کالم نگار پلازے بنارہے ہیں۔ نظریاتی دانشور ڈمی اداروں کے ذریعے حکومت سے کروڑوں روپے بٹور رہے ہیں ''امریکی سوشلسٹ'' این جی از کے ذریعے مال کھارہے ہیں' کیا تم نہیں چاہتے کہ اتنے سارے ''نظریاتی'' لوگوں کے درمیان کوئی ''غیر نظریاتی'' شخص بھی ہو۔

دوست میری اس گفتگو سے کچھ پریشان ہوا' کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا ''اگر کوئی شخص نظریہ کیش کرانا نہیں چاہتا تو اچھی بات ہے لیکن اسے کسی نظریاتی گروپ کے ساتھ ہونا تو چاہئے'' میں نے کہا ''یہ بھی کوئی ضروری نہیں کیونکہ گروپ کے سچ کے علاوہ اس کے جھوٹ میں بھی شامل ہونا پڑتا ہے جبکہ سورج کی کرنوں کی طرح سچائی بھی کئی آنگنوں میں پھیلی ہوتی ہے' دائیں بازو اور بائیں بازو کی ساری سوچ نہ مثبت ہے اور نہ ساری سوچ منفی ہے۔ کچھ حقیقتیں فرائیڈ کے ہاں بھی ہیں۔ کارل مارکس کے ہاں بھی ہیں اور ان کے ہاں بھی جو انسانی مسائل کو ان مفکروں کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ اس وقت ہمارے معاشرے میں جتنا گند ہے' وہ نظریاتی گروپوں کی وجہ سے ہے۔ یہ شیعہ کیا ہے' یہ سنی کیا ہے' یہ دیوبندی کیا ہے' یہ بریلوی کیا ہے اور ان کی مسلح عسکری تنظیمیں کیا ہیں؟ سیاست میں بھی جتنا گند ہے' اس کی وجہ یہ نظریاتی گروپ ہی ہیں۔ ''لوٹے'' بھی نظریات ہیں اور پوری ڈھٹائی سے ''لوٹا'' کہنے والے ''لوٹے'' بھی نظریاتی گروپوں کے کارکن ہیں۔ الیکشن میں بھی دو نظریاتی گروپ آمنے سامنے ہوتے ہیں اور ان دونوں گروپوں سے ایک جیسے لوگ ہی جیتنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ہمیں نظریے کے نام پر اپنے گروپ کے کسی تھرڈ کلاس شخص کو ووٹ دینا پڑتا ہے۔ لہٰذا یہ باتیں چھوڑو' کوئی اور بات کرو۔ میرا دوست پہلے میری گفتگو سے صرف پریشان ہوا تھا' اس دفعہ وہ ''حیران و پریشان'' ہوگیا اور بولا ''دراصل ہمارے ہاں کوئی

نظریاتی گروپ ہے ہی نہیں' مفاد پرستوں کے ٹولے ہیں جنہوں نے اپنی دھڑے بندیوں کو نظریاتی گروپ قرار دے رکھا ہے''۔ میں نے کہا ''تم ٹھیک کہتے ہو لیکن جہاں خالص نظریاتی جنگ لڑی گئی وہاں آج کیا ہو رہا ہے' میں اور تم افغان جہاد پر نظمیں اور کالم لکھ لکھ کر ہلکان ہو گئے لیکن مجاہدین ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ اب اگر وہ کسی معاہدے پر پہنچ بھی جائیں تو ان بے گناہوں کی موت کا تاوان کون ادا کرے گا جو قتال جہاد کے نام پر جاری ہے' ہمارے شہروں کی سڑکیں خون کی ندیوں میں تبدیل ہو گئی ہیں۔ یہ سن کر میرا دوست کچھ چڑ سا گیا اور کہنے لگا ''تم آخر کہنا کیا چاہتے ہو''؟ میں نے کہا ''میں کچھ نہیں کہنا چاہتا' سوائے اس کے کہ نظریہ کسی اصول کی بنیاد پر قائم ہونا چاہئے' اس صورت میں نظریہ دھڑے بندی کو جنم نہیں دے گا بلکہ یہ حق اور انصاف تک پہنچنے میں مدد و معاون ثابت ہوگا' انسان کو ''نظریاتی'' نہیں اصولی ہونا چاہئے''۔

''اور اگر اصول' مذہب کے ساتھ ٹکراتا ہو؟'' دوست نے پوچھا ''کوئی مذہب بے اصولی نہیں سکھاتا'' میں نے کہا ''یہ ہماری اپنی تعبیر ہوتی ہے جو ہم مذہب کے اصولوں کو سامنے رکھ کر اخذ کرتے ہیں اور پھر بدقسمتی سے اس تعبیر کو حتمی عقیدہ بنا لیتے ہیں' ابلیس نہایت ''مذہبی شخص'' تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ فرشتہ تھا' اس نے کسی اصول سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ آگ' مٹی سے افضل ہے وہ آدم کو سجدہ نہیں کرے گا کیونکہ آدم مٹی سے بنا ہے اور اس کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے۔ ''نظریئے'' پر سختی سے قائم رہنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ راندہ درگاہ ہوا اور اسے جنت سے نکال دیا گیا۔ اگر وہ خدا کی اطاعت کے ''اصول'' پر قائم رہتا اور اپنی خود ساختہ تعبیر کو حتمی عقیدہ نہ سمجھتا تو اسے اور اس کے ساتھ ہمیں آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا''۔ دوست کے چہرے پر ایک الجھن سی ابھری' اس نے کہا ''کیا تم یہ تو نہیں کہنا چاہتے کہ اگر تمہارا نظریاتی گروپ جھوٹ کے راستے پر چل رہا ہے تو تمہیں آنکھیں بند کر کے اس کا ساتھ نہیں دینا چاہئے؟''۔

میں نے جواب دیا ''میں یقیناً یہی کہنا چاہتا ہوں اور اس کے علاوہ یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اپنے نظریات میں متشدد ہونا ملک' قوم' ملت اور مذہب کے لئے تباہ کن ہے۔ ابوجہل کتنا قابل شخص تھا۔ اپنے قبیلے کا سردار تھا لیکن اس کے نظریاتی تشدد نے لوگوں کو اس کا اصل نام تک بھلا دیا ہے۔ اب اسے اس کے ہم خیال بھی ابوجہل ہی کہتے ہیں۔ اس وقت ہمارے تمام سیاسی' مذہبی' سماجی اور ادبی دھڑے اپنے اپنے نظریات میں اتنے متشدد ہو چکے ہیں کہ کسی دوسرے کا نقطہ نظر سننے کے بھی روادار نہیں۔ ہم ابوجہل بنتے جا رہے ہیں۔ ہمیں ابوجہل کی طرح نئے خیال کو محض اس لئے رد نہیں کرنا چاہئے کہ یہ ہمارے بنے ہوئے معتقدات کے خلاف بلکہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کی طرح اسے خوش آمدید کہنا چاہئے''۔ یہ سن کر میرا دوست غصے سے لال بھبوکا ہو گیا اور پاؤں پٹختا ہوا بولا ''میں نے اپنے نظریات بہت سوچ سمجھ کر قائم کئے ہیں۔ میرے باپ دادا بھی انہی خیالات کے حامل تھے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہاری کسی بات سے قائل ہوا ہوں۔ میں اپنے خیالات پر سختی سے قائم ہوں۔ معاف کرنا میں نظریاتی شخص ہوں۔

(بشکریہ جنگ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خان محمد حنیف (انگلینڈ)

ایک خط ایک اعتراض

(ماہنامہ حکایت لاہور کی ستمبر 2012ء کی اشاعت میں چھپنے والے ایک مضمون کے جواب میں لکھا گیا ایک خط جو کہ مذکورہ ماہنامہ کی دسمبر 2012ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے' قارئین طلوع اسلام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ مدیر)

جنابِ مدیر عارف محمود صاحب السلام علیکم!

اگر دلیل کے ساتھ تنقید کی جائے تو وہ صحت منداور مہذب معاشرے کا طرہ امتیاز سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے مذہبی لکھاریوں کی غیر ذمہ دارانہ موشگافیوں سے اب عام پاکستانی انتہائی درجہ کا جذباتی بن گیا ہے اور حقائق سے ہٹ کر بات سننے کا اس قدر عادی ہو چکا ہے کہ گروہی یا مذہبی اختلافات پر مرنے مارنے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ جب تک اپنی مخالف غیر پسندیدہ شخصیت کے خلاف کوئی غلط سلط بات نہ سن لے اس کی تسکین نہیں ہوتی۔ ہمارے بیشتر لکھاری ان کی اس کمزوری سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

میرے ایک جاننے والے نے لیڈز سے جریدہ حکایت کی اشاعت ستمبر 2012ء میں چھپنے والے مضمون ''المزمل'' کی فوٹو کاپی ارسال کی ہے اور فرمایا ہے کہ میں اس پر اپنی رائے کا اظہار کروں۔ میں سمجھتا ہوں اگر جناب ریاض عاقب کوہلر صاحب اپنے مضمون کو المزمل تک محدود رکھتے تو شاید میرے واقف کار کو مجھے اس مضمون کی کاپی ارسال کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

تنگ نظر فرقہ پرستوں کی وجہ سے ہمارے وطن کے ایک دینی اسکالر جاوید احمد غامدی صاحب کو جلاوطنی پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ غیر مسلم اقلیتی طبقوں کے ساتھ جو ظلم اور زیادتی ہوتی ہے اس کا ذکر ہی کیا۔ خود مسلمانوں کے مختلف فرقے یا ''مکاتبِ فکر'' ایک دوسرے کو قابلِ گردن زدنی گردانتے ہیں۔ آج شیعہ سنی' فروعی اختلافات پر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ رہے ہیں۔ میرے خیال میں اس کافر گری کے جہاد میں موصوف جیسے اسلام نادان دوستوں کی مہربانی بھی شاملِ حال ہے۔

بے وجہ تو نہیں یہ چمن کی تباہیاں
کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

میری محترم مدیر صاحب سے نہایت مؤدبانہ گذارش ہے کہ جب کوئی مضمون نگار کسی مذہبی شخصیت کو اپنے طعن کا نشانہ بغیر مستند حوالہ کے بنائے تو آپ اتنی مہربانی کیا کریں کہ مضمون کے حاشیے میں کم از کم اختلافی نوٹ لکھ دیا کریں تا کہ آپ کے جریدے کی نیک نامی کی وجہ سے مضمون نگار کی بات کو ثقہ نہ سمجھ لیا جائے۔ علاوہ ازیں اکثر اوقات جس شخصیت کے خلاف رائے زنی کی جاتی ہے وہ اپنی مدافعت خود نہیں کر سکتی۔

جناب ریاض عاقب کوہلر نے اپنے مذہبی تعصّبات کی بنا پر جناب علامہ غلام احمد پرویزؒ کا نام اس بحث میں جس کا بظاہر کوئی تعلق المزمل اور ان کی شخصیت کے ساتھ نہیں تھا کا تذکرہ اپنے مضمون میں غلط انداز میں کیا ہے۔ ذیل میں کوہلر صاحب کا اقتباس درج کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

''میں اور آپ اگر اجتہاد پر آ جائیں تو پھر ایسے ہی اجتہاد ہوں گے جیسے غلام احمد پرویز اور مرزا غلام احمد قادیانی نے کئے''
صفحہ 50 ستمبر 2012ء

ڈاکٹر اقبال سرور اور افضل صاحبان پر موصوف معترض ہیں کہ انہوں نے متبادل لغت کی نشان دہی نہیں کی۔ ستم کی بات یہ ہے کہ موصوف نے بھی وہی جرم کیا ہے اور پرویز صاحب کے کسی اجتہاد کا حوالہ دینا مناسب نہیں سمجھا۔ شاید ان کے خیال میں پرویز صاحب پر اعتراض کسی حوالے کا محتاج نہیں ہے لہٰذا کوہلر صاحب کی رائے کو حتمی سمجھا جائے۔ مجھے موصوف کی غیر متعلقہ Innuendo سے شدید اختلاف ہے۔ میرے نزدیک یہ کوہلر صاحب کی Intellectual Dishonesty کا ثبوت ہے۔

جہاں تک پرویز صاحب کا تعلق ہے انہوں نے درجنوں کتابیں تصنیف کی ہیں' ان کے سینکڑوں مضامین ماہانہ جریدہ طلوع اسلام لاہور میں چھپ چکے ہیں' متعدد آڈیوز اور ویڈیوز Internet پر دستیاب ہیں۔ میں نے ان کے لٹریچر کا کافی حد تک مطالعہ بھی کیا ہے لیکن میں نے آج تک پرویز صاحب کی کوئی ایسی تحریر نہیں پڑھی کوئی تقریر نہیں سنی جس میں انہوں نے خود کو کسی فرقے کا بانی یا مسلمانوں سے الگ فرقے کا فرد سمجھا یا لکھا ہو۔ بلکہ پرویز صاحب کے نزدیک امت میں فرقہ پیدا کرنا قرآن کریم کی رُو سے شرک ہے۔ (سورہ انعام آیت 159)

ملاحظہ فرمائیں طلوع اسلام کا مقصد شق 12 جو اکثر صفحہ اول پر چھپتا ہے۔

طلوع اسلام کا تعلق نہ کسی سیاسی پارٹی سے ہے نہ کسی مذہبی فرقہ سے (اسے فرقہ اہل قرآن سے بھی کوئی تعلق

نہیں) نہ ہی یہ کوئی نیا فرقہ پیدا کرنا چاہتا ہے اس لیے کہ اس کے نزدیک دین میں فرقہ سازی شرک ہے۔ امت کے مختلف فرقے جس طریق سے نماز، روزہ وغیرہ کی ادائیگی کرتے ہیں، ہم ان میں کسی قسم کا ردوبدل نہیں کرتے۔ ہم صرف قرآن کریم کی تعلیم کو عام کرتے ہیں تاکہ کسی طرح پھر سے قرآنی نظام (خلافت علیٰ منہاج رسالت) کا قیام عمل میں آسکے۔ یہ ہے ہمارا مقصد جسے ہم برسوں سے دہراتے چلے آرہے ہیں۔ اس کے خلاف جو کچھ ہماری طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ مخالفین کا گمراہ کن پروپیگنڈہ ہے۔

اگر کسی قاری کے پاس میرے دعوے کے برخلاف کوئی ایسی مستند تحریر موجود ہو تو ازراہِ مہربانی اس کی نشاندہی کریں۔

موصوف نے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ پرویز صاحب کا ایک ہی فقرے میں تذکرہ کرکے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ دونوں شخصیات دراصل ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں موصوف کا یہ طرزِ عمل تنگ نظری کا بین ثبوت ہے اور ان کا یہ رویہ ناانصافی پر مبنی ہے۔ اس ایک فقرے سے کوہلر صاحب نے قارئین کرام میں غلط فہمی اور ان کے دل میں مغالطہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس کی میں مذمت کرتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں شخصیات مکمل طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں بلکہ پرویز صاحب کے ایک مضمون ''میکانکی اسلام'' کی اساس پر غیر منقسم ہندوستان کی ریاست بہاولپور کی عدالت نے پہلی دفعہ قادیانی عقائد کے شخص کو غیر مسلم قرار دیا تھا۔

1922ء میں.....ایک مسلمان خاتون نے دعویٰ کیا کہ اس کے خاوند نے قادیانی مسلک اختیار کرلیا ہے جس کی وجہ سے وہ مرتد ہوگیا ہے۔ اس لیے اس شخص سے مدعیہ کا نکاح فسخ قرار دیا جائے۔ (محفل ارشاد یہ سیالکوٹ بحوالہ ختم نبوت اور تحریکِ احمدیت صفحہ نمبر 4)

مدعیہ کی طرف سے بڑے بڑے جید علماء کرام بطور گواہ پیش ہوئے۔ مثلاً مولانا غلام محمد، شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور، مولانا پروفیسر نجم الدین، پروفیسر اورینٹل کالج لاہور، مولانا محمد شفیع، مفتی دارالعلوم دیوبند، مولانا مرتضیٰ حسن صاحب، چاندپوری اور مولانا سید انور شاہ صاحب، شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند وغیرہم۔ (محفل ارشادیہ سیالکوٹ صفحہ نمبر 53 بحوالہ ختم نبوت اور تحریکِ احمدیت، اڈیشن سوم مئی 1987ء ادارہ طلوع اسلام گلبرگ، لاہور)

یہ مقدمہ قریب نو سال تک زیر سماعت رہا۔ اس کے بعد فاضل ڈسٹرکٹ جج بہاولنگر محمد اکبر صاحب نے 7 فروری 1935ء کو اس کا فیصلہ سنایا۔ جو تعریفیں جید علماء کرام نے نبوت اور رسالت کی مد میں کی تھیں ان سے جج صاحب کی تسلی نہ ہوئی۔ اس کے بعد فاضل جج نے لکھا:

یہ تعریفیں چونکہ اس حقیقت کے اظہار کے لیے کافی نہ تھیں اس لیے میں اس جستجو میں رہا کہ نبی اور رسول کی کوئی

ایسی تعریف مل جائے جو تصریحاتِ قرآن کی رُو سے تمام لوازم نبوت پر حاوی ہو (محفل ارشاد یہ سیالکوٹ صفحہ نمبر 5' حوالہ ختم نبوت اور تحریکِ احمدیت)

اس کے بعد فاضل جج نے لکھا کہ انہوں نے اس باب میں کافی جستجو کی لیکن نبی کی کوئی جامع تعریف (Definition) انہیں نہ مل سکی۔

آخر کار ایک رسالہ میں ایک مضمون بہ عنوان میکانکی اسلام از جناب چوہدری غلام احمد پرویز صاحب میری نظر سے گزرا.....اس سلسلہ میں نبوت کی جو حقیقت انہوں نے بیان کی ہے میری رائے میں اس سے بہتر اور کوئی بیان نہیں کی جاسکتی اور میرے خیال میں فریقین میں سے کسی کو اس سے انکار بھی نہیں ہوسکتا۔ صفحہ نمبر 5۔

پرویز صاحب تحریکِ پاکستان کے ان نامور مجاہد بانیوں میں شامل تھے جن کی شاندار ملی خدمات کے صلے میں انہیں حکومتِ پاکستان نے گولڈ میڈل انعام میں عطا فرمایا ہے۔

1937ء کے موسم گرما میں علامہ اقبال کے ایماء پر حضرت قائداعظم نے اپنے قیام شملہ کے دوران علامہ پرویز کو بلا کر فرمایا کہ یہ مولوی صاحبان تحریکِ پاکستان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اس کی مدافعت کے محاذ کو میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت قائداعظم کی ہدایت پر وہ تمام ضروری اقدامات کئے گئے جن کے نتیجے کے طور پر ماہ نامہ طلوع اسلام کے دورِ جدید کا اجراء مئی 1938ء کے شمارے کے ساتھ عمل میں آیا۔ اس ماہنامہ میں پرویز صاحب نے قرآنِ کریم کے عطا فرمودہ دوقومی نظریہ۔ اسلامی مملکت کی ضرورت اور اس کے بنیادی تقاضوں پر گرانقدر مقالات لکھے۔ اس دوران کانگرسی اور نیشنلسٹ علماء کی طرف سے مسلمانوں کی جداگانہ آزاد مملکت کے خلاف جو کچھ لکھا جاتا رہا اس کا آپ نے مؤثر دفاع کیا۔ پرویز صاحب ان معدودے چند دانشوروں میں شامل ہیں جنہوں نے بقول پیر علی راشدی' پاکستان کی اسکیم کی تیاری میں مدد کی تھی۔ حضرت قائداعظم' علامہ پرویز پر غایت اعتماد رکھتے تھے اور ان کی رائے کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ جب اس کا وقت آیا تو ان سے پاکستان کے سیکرٹریٹ کے لیے مناسب افسروں کے انتخاب کے لیے سفارش طلب کی۔ قیامِ پاکستان کے بعد اپنی وفات تک جب کسی دریدہ دہن نے بانی پاکستان حضرت قائداعظمؒ یا ان کے رفقاء کے خلاف ہرزہ سرائی کی ناپاک کوشش کی تو یہی مردِ مجاد آڑے آیا اور ہر موقع پر ایسے مدلل مقالات سپردِ قلم کئے جن سے تحریکِ پاکستان کے ان زعماء کی عظمتِ کردار نکھر کر قوم کے سامنے آتی رہی۔ (صفحات 34,33 تحریکِ پاکستان گولڈ میڈل 1989ء شعبہ تحریکِ پاکستان محکمہ اطلاعات وثقافت حکومت پنجاب۔ ایڈیشن اگست 1989ء)

دوقومی نظریہ کے مخالف مولانا حسین احمد مدنی صاحب نے ''قومیں اوطان سے بنتی ہیں' مذہب سے نہیں'' کا نعرہ لگایا تو علامہ اقبال

نے بستر مرگ پر سے اس نظریئے پر تنقید کی۔

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست
سرود برسرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر زمقامِ محمد عربیؐ ست
بمصطفٰے برساں خویش راکہ دیں ہمہ او ست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

اسلام، بانی پاکستان اور نظریہ پاکستان کے خلاف ہر اٹھنے والی آواز کا علامہ پرویز صاحب نے ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ صحیح معنوں میں اس کا حق ادا کر دکھایا۔ طلوع اسلام اور پرویز صاحب کا تمام لٹریچر اس کی گواہی کے طور پر ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

علامہ اقبال کی زندگی میں مولانا حسین احمد خاموش ہو گئے۔ جونہی حضرت علامہ اللہ کو پیارے ہوئے انہوں نے ''اسلام اور متحدہ قومیت'' ایک کتابچہ لکھ ڈالا اور اس تحدی سے کہا کہ میں نے جو کہا تھا وہ صحیح تھا اور علامہ اقبال غلط تھے۔ چنانچہ غلام احمد پرویز صاحب نے بروقت اس رسالے کا تعاقب کیا اور غلط اور صحیح کو الگ الگ کر دکھایا۔ پرویز صاحب نے مولانا حسین احمد کو متنبہ کیا کہ اگرچہ علامہ مرحوم ہماری بزم سے اٹھ گئے ہیں تاہم ان کے ہم خیال اور اسلامی قومیت کے علمبردار ابھی محاسبہ کرنے کے لیے موجود ہیں۔

(بحوالہ اکابرِ تحریکِ پاکستان صفحہ 21,20 مؤلف محمد صادق قصوری اڈیشن 1972ء

مقدمہ جناب سیّد محمد فاروق القادری ایم۔اے۔ مکتبہ رضویہ گجرات کرشنا اسٹریٹ ریلوے روڈ)

پرویز صاحب کا شمار ان چند گنے چنے لوگوں میں ہوتا ہے جن کو قائداعظم سے ملاقات کرنے کے لیے پیشگی وقت لینے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

پرویز صاحب نے اپنی کتاب ''ختم نبوت اور تحریک احمدیت'' میں اس مسئلہ پر نہایت شرح وبسط سے مدلل قرآنی آیات کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی تشریع، تصریح اور حوالے سے نبوت کا دعویدار قرآن کی رُو سے گمراہ اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مجھے پرویز صاحب کا نام مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے ساتھ پڑھ کر بے حد دکھ ہوا ہے کیونکہ موصوف نے مسلمانوں میں مغالطہ آفرینی پیدا کر کے مسلم اور قادیانیوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔

پرویز صاحب کی قرآنی بصیرت سے کئی جگہ خود مجھے اختلاف ہے بالکل اسی طرح جس طرح مجھے موصوف کے پیش کردہ جید علماء

سے ہے۔ مجھے اور ہر کسی کو بالکل اختلافِ رائے کا پورا حق ہے اور آپ علمی اور نظریاتی اختلاف اور بحث ضرور کیجئے لیکن حقائق کو توڑ موڑ کر غلط سلط' زبان زدِ عام تعصب کی بنا پر' قارئین کی آنکھوں میں اس طرح دھول جھونک کر نہیں۔ پرویز صاحب کا نام بلاوجہ ایک غیر متعلقہ بحث میں گھسیٹ لانا سراسر ظلم نہیں تو کیا ہے؟ اگر موصوف میں اخلاقی جرأت ہے تو کھل کر اپنے دل کی بھڑاس نکالیں اور پھر مجھے بھی موقع دیں کہ میں غلط الزامات کا دفاع کر سکوں۔

جناب ریاض عاقب کوہلر صاحب نے اگر پرویز صاحب کی ضخیم لغات القرآن کا مطالعہ نہیں کیا تو میرا مشورہ ہے وہ تعصب کی عینک اتار کر ''المزمل'' کے تحت مضمون کو تقابلی موازنے کے طور پر ہی سہی' ایک نظر دیکھ لیں۔ پھر انہیں معلوم ہوگا کہ کون سی تشریح قرآن مجید اور رسول کریمؐ کے اوصاف کے زیادہ قریب اور شایانِ شان ہے۔ اس لغت کو عربی کی مشہور اور مستند لغات ہائے کی مدد سے پرویز صاحب نے انتھک محنت کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ پاکستان کے قومی ترانے کے خالق اور نامور شاعر جناب محمد حفیظ جالندھری صاحب نے اس لغت کی تکمیل میں اپنی جیب سے 60ء کی دہائی میں 40 ہزار روپے جیسی خطیر رقم کا عطیہ دے کر اس پروجیکٹ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں بہت بڑا حصہ ڈالا تھا۔ موصوف نے اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لیے کچھ علماء کرام کی انسانی آراء کی بنا پر ڈاکٹر صاحب کی رائے قبول نہیں کی۔ اگر موقعہ ملا تو میں ان مستند علماء کرام کے اجتہاد کی کچھ جھلکیاں پیش خدمتِ قارئین کروں گا جو قطعی طور پر قرآن حکیم کی تعلیم اور روح کے خلاف ہیں۔ میرے بھائی! سارے علماء متفق ہو کر بھی قرآن کے صحیح کو غلط نہیں کر سکے۔ حق اور باطل کی آخری سند اللہ کی آخری کتاب ہے۔

میں نے اُردو انگلستان میں A-level تک پڑھی ہے اگر میری اُردو سے ناسمجھی' زبان و بیان کے لہجے اور تلخی سے موصوف کی دل آزاری ہوئی ہو تو میں اس کی ان سے پیشگی معافی چاہتا ہوں۔ البتہ حقائق بیان کرنا مجھ پر لازم ہے' اگر پھر بھی موصوف مجھ سے ناخوش ہیں تو میں معذرت خواہ ہوں کیونکہ ؎

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلا ہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

آپ کا مسلمان بھائی۔ خان محمد حنیف

Email: hanif_mo@hotmail.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محترم جناب ایڈیٹر صاحب ماہنامہ طلوعِ اسلام لاہور

السلام علیکم:۔عرض ہے کہ آپ نے براہِ مہربانی اپنے مؤقر جریدے کے اپریل 2012ء کے شمارے میں 'میثاقِ مدینہ' کے عنوان سے میرا ایک مضمون' نذرِ قارئین فرمایا تھا جس میں 13 جنوری 2012ء کے روزنامہ ایکسپریس لاہور میں شائع ہونے والے 'میثاقِ مدینہ کیا کہتا ہے' کے عنوان سے جناب انتظار حسین صاحب (بندگی نامہ) کے مضمون اور 5 فروری 2012ء کے روزنامہ ایکسپریس لاہور کی رپورٹ کے مطابق صوبائی سیرت کانفرنس میں وزیراعلیٰ پنجاب جناب شہباز شریف صاحب کے میثاقِ مدینہ پر عمل کر کے ملک کو فلاحی ریاست بنانے کے یقین محکم کے تذکرے کے علاوہ محمد حسین ہیکل مرحوم کی کتاب 'حیاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم' میں سے میثاقِ مدینہ کی شرائط کی تفصیل اور اس پر مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری مرحوم اور علامہ پرویزؒ کے مختصراً تبصروں کا ذکر ہوا۔

شبلی نعمانیؒ کی سیرت النبی جلد اوّل کے مطابق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو پہلا کام یہ تھا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات واضح اور منضبط ہو جائیں۔آپؐ نے انصار اور یہود کو بلا کر ایک معاہدہ لکھوایا جس کو دونوں فریقوں نے قبول کیا۔یہ معاہدہ سیرت النبی ابن ہشام حصہ اوّل میں 'مہاجرین وانصار اور یہود کا تاریخی معاہدہ' کے عنوان سے تفصیلاً مذکور ہے۔اس کی 53 شرائط دی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:۔

1- خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا تھا۔اب بھی قائم رہے گا۔
2- یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔
3- یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔
4- یہود یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔
5- کوئی فریق قریش کو امان نہیں دے گا۔
6- مدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو دونوں فریق شریکِ یکدگر ہوں گے۔
7- کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریکِ صلح ہوگا لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی۔

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ' لاہور کی طرف سے منظور شدہ دسویں جماعت کی انگریزی کی کتاب (English 10) میں ساتویں سبق کا عنوان ہے۔Human Rights and the Madina Charter جس میں میثاقِ مدینہ (Madina Treaty) کی مشہور شرائط' ان کی اہمیت وافادیت کے علاوہ ان کے عملی نفاذ کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے۔اس سبق کی انتہائی اہمیت وافادیت کے پیش نظر اسے انگریزی ہی میں لفظ بلفظ نیچے نقل کر دیا گیا ہے کیونکہ جمہوریت کی صحیح بنیاد ہے:۔

Human Rights and the Madina Charter

The Masjid-e-Nabwi was a meeting place of the Muslims as well as headquarter of the administration. Madina was not an all-Muslims town; there were the Jews, too. To create harmony and mutual cooperation, a just and fair treaty was signed by the two parties, the Jews and the Muslims. Some of the important clauses of this treaty were:

i. The Muslims and the Jews, the parties to this agreement, shall form one community.
ii. The Jews who sign this pact shall be entitled to assistance by the Muslims, if needed and shall enjoy the same rights as the Muslims do.
iii. Muslims shall join hands with the Jews to fight anyone who rebels or promotes enmity.
iv. The Jews shall keep to their own faith and the Muslims to theirs.
v. If a common enemy attacks Madina, joint resistance by the Jews and the Muslims shall be put up against the enemy.
vi. All disputes shall be referred for decision to Allah and the Holy Prophet (PBUH).

This Madina Charter goes far beyond granting equal rights to the minority. It not only granted them protection but also ensured complete liberty in observing their religious rites. They were to be equal partners in peace and war and enjoyed all human rights.

On August 11, 1947 the address of the Quaid-e-Azam to the Constituent Assembly of Pakistan also reflected the spirit of the Madina Charter. He declared the granting of equal rights to all the communities without any discrimination of caste, colour or religion. The incorporation of the clauses of the Madina Charter in the Charter of the Human Rights of the United Nations shows that Islam is the greatest protector of the Human Rights.

براہِ کرم ہر پاکستانی کی توجہ اور غور و فکر کے لئے عریضہ ہذا کو اپنے مؤقر جریدے کی قریبی اشاعت میں شامل فرما کر شکر گزار فرمائیں۔

آپ کا خیر اندیش
محمد اکرم راٹھور

اشتہار

پورا صفحہ

قرآنک فاؤنڈیشن

Surah Al-Qalam Durus-al-Qur'an Parah 29: Chapter 6

By G. A. Parwez
(Translated by: Dr. Mansoor Alam)

Dear Friends! Today is November 4, 1983 and the *Dars-e-Qur'an* begins today with verse 7 of Surah Al-Qalam (68:7).

My dear friends! In the previous dars we found that every messenger of Allah brought the message of truth and the divine code, *Al-Haq*. The first step in the sequence of implementing this program was to convey the message with reason, and evidence. Others who disagreed were also asked to produce reason and evidence for their argument. Those who got convinced and accepted the message moved under the protection of the divine code and its laws. But those who stood up against this divine system and wanted to subdue it by force it became imperative to defend it from them. Thus force had to be used to stop them. Also, the enemies in order to discredit the mission of the Prophet (PBUH) used brand him as madman. On the other hand, the Prophet (PBUH) used to explain the divine message to them with reason and proof. Now, it is clear that the first people to pay attention to in this process will be those who are trying to understand this message with reason and evidence. But it will be up to them whether or not to accept the message; if not, then they were told "not to interfere in our program and we will not interfere in your program". The result will automatically tell who was mad and under the influence self-deception: *Verily, thy Sustainer alone is fully aware as to who has strayed from His path, Just as He alone is fully aware of those who have found the right way (68:7).* Let both of them walk all day. In the evening when the journey ends, it will be clear who reached destination and who was lost in the way. Still, in spite of being lost, if such people oppose and fight those who have found their way then it became necessary to remove this impediment.

Another type of opposition

Dear friends! In the following verses a different kind of opposition has been described. With the sword it was opposition in the open battlefield. But, this kind of opposition relies on making a compromise. This group that belies the truth (of divine code) wants to compromise. The Quran warns the Muslim *Ummah* not to get in this trap as this is a sinister plan by a very dangerous group:

Hence, defer not to [the likes and dislikes of] those who give the lie to the truth: they would like thee to be soft [with them], so that they might be soft [with thee] (68-8-9).

What we normally notice no matter who may be involved in this kind of fight, that there always comes a point where suggestion for compromise is put forward. The Quran is categorical about it: Do not compromise. This is because (in the words of Iqbal):

Falsehood likes to compromise, but truth does not

Do not accept partnership of truth and falsehood

Truth, to start with, is solid in its place from the beginning. There is no question about give and take or compromise with it. I usually give this example to explain this: A person says two plus two is four. The other person says, no, it is six. It is obvious the first person is right and the second person is wrong. Some people jump in and say why don't you compromise? It is wrong for both of you to stick to your individual position. What can you gain from being adamant? The second person says, ok, fine. I am backing down a bit and accept that two plus two is five. Now, this person was wrong before and he is wrong now. So, it does not affect his position. But the first person was right but by accepting this "compromise" he has lost his position completely. Nothing remains of it. Even if he accepts four and a quarter he falls from his position. Truth is solid in its

place. There is no compromise in it. Nothing can be mixed with it. And in the words of the Quran you cannot divide it into pieces and then accept some and reject some. It says you have to accept it whole or abandon it. It is also wrong to accept some piece of it and reject the other piece. This is the matter with compromise. Therefore, the one who is standing on Truth (*Haq*) if he moves even a little bit then he has slid into falsehood!

Truth is truth and falsehood is falsehood there is no compromise with truth

Normally, people will say he is extremely adamant. He is sticking to his position and does not want to budge even a bit. Middlemen blame him that he is intransigent and uncompromising. But my dear friends! There is a big difference between an intransigent person sticking to falsehood and an uncompromising person sticking to truth. An adamant person sticking with falsehood has a choice to change his position and accept the truth. But if he continues to stick with falsehood in spite of being made aware of his falsehood then he is indeed adamant and intransigent. But the person sticking with the truth how can he change his position? He cannot be called intransigent but a man of principle. Those committed to truth are not doing it due to intransigence but due to the requirement that they not waiver even a bit from their position. When *Deen* turns into *Madhab* (religion) it starts making compromises at every step. But *Deen* does not compromise at all.

The next verses of the Quran describe the people who make compromises. It says these are characterless people. They do not believe to start with, that their position is based on truth. So, they are ready to compromise. Only truth cannot compromise. It is solid as a rock. But falsehood is nothing like this. It is business like the greedy storeowner who inflates the price initially and then bargains with the customers. But the storeowner who keeps a fixed price as a matter of principle for his business tells the customers to move on if they start bargaining. The storeowner who bargains reflects a category of people with a special mindset who are always ready to compromise.

The Quran has described the peculiar mindset of characterless people that is, those who do not adhere to the truth (*Haq*) but never admit it in dealing with those who adhere to the truth. They come with proposal to compromise with the truth. The Quran tells about the Prophet (PBUH) that he was not so much distraught with those who openly opposed him as he was with these people who wanted him to compromise. It tells: O Prophet (PBUH)! Do not compromise. Bear with patience at what they are saying (73:10); have self-control and forbearance and do not let yourself worry too much that they are not honest and forthcoming. That means the Prophet could not descend to their low level to reply to them. So, how to respond to them? The Quran says: *Heed not the type of despicable men, - ready with oaths (68:10)*.

Those who swear are devoid of self-confidence

In the above verse the word is "*Maheen*" which means a person with very low mentality and of despicable character. Swearing is a sign of a liar. An honest person exudes self-confidence. He does not need to swear to prove that what he says is truth. The Quran says that the one who swears again and again to prove his lie as truth is a *'Hallaaf'*. Dear friends! The lesson for us in this is that the character of a *Momin* should not and cannot be like this. This is not about specific individuals in the past but, as noted above, this is about a particular mindset and mentality for all time to come. The Quran is guidance until the Day of Judgment for all. When the Quran says that certain things are bad, that they are base and immoral, then it means that *don't* do such things; *don't* acquire these bad characteristics in your personality.

Calumnious and slanderer

Dear friends! The Quran continues and presents many character traits of such individuals. It says: A slanderer, going about with calumnies, [or] the withholder of good, [or] the sinful aggressor, [or] one who is cruel, by greed possessed, and, in addition to all this, utterly useless [to his fellow-men] (68:11-13). *'Hammaaz'* is someone who uses dirty tricks to divide people. He

has all the bad characteristics that are in *'Maheen'* as discussed above and he only sees faults in everything and in everyone. He does not see any good anywhere. He is like the fly who sits only on dirty and stinking things. Nothing looks beautiful and handsome to him. He is only searching for faults and bad things. This is a strange mentality. And, things can change *only* if mentality changes. The Quran says that what to say of you, even Allah does not changes the condition of a people unless they change their mentality. Everything depends on changing the mentality.

What a life of hell the person lives, and who only sees bad things everywhere and finds fault in everything!

A beautiful prayer of the Prophet (PBUH)

The Quran tries to open the mind's eyes and change mentalities so that a person is able to see good as good and bad as bad. There is a shining hadith of the Prophet (PBUH) which looks like that it is really his, which says: "O Allah! Give that eye which is able to see the reality of everything, which sees good as good and bad as bad." And then the wisdom of the Quran, which has been called the light of Allah, changes the mind's eye in a way that good in every place gets magnified by its focus and revealed clearly as good. The Quran produces such a change. How beautifully someone has said:

What did I see that afterward I became so hopeful?

That whatever is in my eye now looks so beautiful!

My dear friends! This is what the Quran does? These are the positive changes it produces in human mind. This produces change in one's psychology that he right away starts seeing good wherever and in whomever there is any good. Then he will not be involved in slandering; he will not be involved in divisive behavior; and he will not be burning in his own hellfire of rage and jealousy.

Protection against the dangerous disease of slander

My dear friends! Slandering mentality does not see any good in anyone. The Quran uses the word "*Hammaaz*" which captures this mentality very well: "WOE unto every slanderer, fault-finder! Woe unto him who amasses wealth and counts it a safeguard! (104:1-2)." And here the words "*Hammazin Masshaa-in*" have come. *Masshaa* means one who is constantly involved in gossips and rumors; constantly moving from one place to the other and trying to instigate and inflame people. That is, this is all he does. These days it is called propaganda. And this is the most effective method of propaganda. It is even more effective than radio and TV. This kind of propagandist starts in the morning and by evening the entire town knows it and nobody knows how it got started. Ask anyone and he will say the whole world knows it. Dear friends! This is the worst kind of character.

Instead of doing propaganda from behind, talk openly

If you want to say something to anyone say it openly, say it unreservedly without hiding behind a curtain. Dear friends! Let me repeat again: "*Hallaaf*' (swearer), *'Maheen'* (contemptible), *'Hammaaz'* (slanderer), *'Nameem'* (instigator and inflamer), *'Zaneem'* (cruel and greedy), and *'Masshaa'* (defamer and propagandist) are those from whom the Quran has told to refrain from again and again. It is not that the Quran is telling these things about certain individuals. This is about character. The Quran is telling us not have this type of character. "Are you shameless? So and so is saying bad things about you and you are sitting quiet? Are you a coward? Don't you have any dignity?"This is how one tries to inflame someone. He is trying to incite violence and fight. This is what "*Bi-Nameem*" is (68:11). After this the Quran expounds on this type of mentality further: (Habitually) hindering (all) good (68:12). This type of person always tries to put roadblocks in anything that has to do with good, and tries to criticize and find faults in evrything. For example: "Sister! Congratulations! Million thanks to Allah! I thought I should go and personally congratulate you on the occasion of engagement of your daughter. I

am praying that just as by the Grace of Allah your daughter's engagement has succeeded May Allah cure her epilepsy as well. The boy's family is sitting right there and she came to congratulate like this!? People of this nature approach others being very concerned with their welfare. You see these characters everywhere. You might like to reflect back and such persons will start appearing on your mind's silver screen. Also, such people are in abundance these days, by the grace of God! We do not have to make much effort in searching for them.

Destructive aspects and multiple dangers

Now the Quran says: transgressing beyond bounds, he is deep in sin (68:12). That is, he exceeds very far in his destructive goals. It is amazing that the Quran has pointed out here two opposite things: *"M'utadin"* and *"Atheemin"*. *Athma* is a tired she-camel that cannot catch up with the rest of the caravan and is left behind and *"M'utadin"* is one who moves ahead in every destructive and bad thing but he is always behind in good things. What type of character the Quran brings out in the open! Dear friends! It says further "'Utulli": He is violent and cruel and usurps everything like the way someone brutally drags a whole dead or alive lamb. Then the Quran says: And, in addition to all this, he is *"zaneem"*, utterly useless to others (68:13). *"Zaneem"* is someone who is useless himself but a parasite who benefits from the efforts of others, who sucks the blood of others to survive. Do you see what picture of the character the Quran has presented of such mean-spirited people? Now the Quran says he has such a low, despicable, and base character but look! How he has become influential in society: Is it because he possesses worldly goods and children (68:14)? He is wealthy, has lot of money, and he has lot of votes. (Those days, in tribal life, having lot of children was power.)

They come in the world in every age by changing appearance

Although Adam is old but Laat and Manaat are still mature

Today the Western democracy is also like that counting (vote) only matters. Those days life was of tribal nature where counting was done by how many children and how many total members of family one had. That determined the wealth and power of the tribe. Today is also like that except its format has changed a bit. See how the Quran has summed up these two things: It is because he possesses wealth and children (68:14). For this capitalism is essential. If you have money then you can buy as many votes as you want. These 'votes' are like 'children'. You can buy as many 'children' with money. The Quran is saying that they have this special 'talent' with which they have acquired money and power. In today's terminology you can say that the 'party' is very strong.

Dear friends! The Truth (*Al-Haq*) does not depend on how many hands go up in its support. The one who is giving the message of truth is usually alone. Initially, he is the only one: I am *the* first one of those who surrender (unto Him) (6:163). He does not even have anyone else to second initially. For proof of the truth, the standard of using majority opinion is wrong. In today's democracy, whatever the majority says becomes the truth. But the Truth, whether for Muslim Ummah or for any other nation, *is* the Book of Allah. The deciding factor is that whatever the Book of Allah says is right then it is right even if there is not a single vote in its favor. And 100% vote in favor of what this Book says wrong does not make it right. The Quran says here that this corrupt person (with such mean and despicable character as described above) has become leader simply because of wealth and power of votes. But he does not have truth. But when truth is presented to him from history that whichever nation that adopted this kind of behavior suffered ultimate destruction then he says that these are the tales of past people; that these are mere fiction; and that it does not apply to him or his group.

These are permanent values of life

The Quran says that O Prophet (PBUH)! These are the type of people who have arisen against you and are opposing you: We shall brand him on the

nose/[For this] We shall brand him with indelible disgrace! (68:16). He, who is roaming around showing such extreme arrogance, will suffer humiliation in public. We know from history that all the parties that arose against the Prophet (PBUH) what happened to them? They suffered humiliating defeats. The Quran tells an example of how such a character is born and what kind of society it produces: Lo! we have tried them as We tried the owners of the garden when they vowed they would pluck its fruit next morning (68:17). The way the Quran explains certain things is by giving concrete examples. This is not something which actually happened but a visual example for explaining the situation (18:32-40).

An illustrative example of garden owners

Dear friends! The Quran has given an example in this verse (68:17) of garden owners: Lo! we have tried them as We tried the owners of the garden when they vowed they would pluck its fruit next morning and made no allowance [for the needy/indigent as Allah wants] (68:17-18). This is a capitalistic mentality. The Quran has said about the Qaroon (Korah) that when he was told that there is a part of poor/needy/indigent in your wealth, his response was that all my wealth is due to my effort and therefore why should there be a part in this for poor/needy/indigent? What have they done to deserve anything from my wealth? They do not have any hand in this. That is, his reasoning was that it is all due to his effort and his intelligence. Therefore, there is no part of anyone in my wealth. But, in reality, none of the capitalists (Qaroons) works for his wealth himself. It is all the work of poor people but the capitalist claims that it is all due to his wealth, it is due to his technique, it is due to his intelligence, it is due to his craftsmanship, it is due to his cleverness. But it is also due to his deception. He says that he has done all these things to acquire this wealth and possession. What is there in it for poor, he barks?

Dear friends! Now see the visual example given here of how it illustrates the poignancy of this attitude and how finally the garden owners are made to admit themselves, that yes, there *is* a part in this for poor and needy. Here is the story.

There are fruit-laden gardens. The mentality of owners is that there is no part in it for poor/needy/indigent. So what happened? The Quran tells: whereupon a visitation for thy Sustainer came upon that [garden] while they were asleep, so that by the morrow it became barren and bleak (68:19-20). A large swarm of locusts came and finished everything while they were asleep in the hope that they will go to the garden tomorrow and harvest all the fruits. If you remember how the verses 63 through 74 of Surah 56 (*Al-Waaqe'aa*) talk about the farming, investment, and shares: You tilled the ground; prepared the soil; put fertilizer; and sowed the seed. Until this point this is *your* effort. Now tell, after this *who* produces the shoot from the seed? *Who* turns it into a plant? Do *you* do it or *We* do? *Remember*! This happens according to *Our* law. Also, remember that if it were not for *Our* law then it is possible that nothing grows from the seed, or it is also possible that it grows into a plant and then it burns and gets destroyed (56:65-66). Tell if *Our* law does not help *your* efforts then what can you do based on your effort alone (56:68)? This was a *joint* enterprise between you and Allah. You provided the effort and We provided the resources. Only then the output was produced. Therefore, according to honest and ethical business practice we must divide the result of this common business. You take your share and give Us Our share. You take your share according to your effort expended but all the basic investment was Ours. All this We have described to explain to you what *is* at stake here. Give Us *Our* due share. Then only you will be considered an honest and fair businessman. If you fail to do that, and if We withhold Our investment then try to produce output on your own? But listen! How are you going to do that? You can *never* succeed in doing that, no matter what. So, in one word, give Us Our share. You ask Me: Sir! Thou are not in front of us; nor Thou eat or drink; so whom to give Thou share? Give to the needy (*Mataa-'al-lilmuqween*) (56:74). Give it to the poor. It will reach Us. This is a joint business and this must be based on honesty and trust.

Dear friends! This is the Quran! Now let us get back to the example of the fruit-laden garden. We were talking about those garden owners and the Quran says: And they had no intention of giving any portion of it to the needy and poor. So what happened? While they were still sleeping, an unexpected and sudden

calamity (a locust swarm) came and swallowed their entire crop; and left behind a barren field, instead of what was before a lush green and blooming garden. At daybreak they called to each other and said, "Let us proceed early in the morning, collect the fruit and be free." So they left their houses, and while walking, whispered to each other: "Be careful that no needy person comes nearby!" Thus they came close to the garden and made arrangements to stop any needy poor person from reaching there. When they reached there, they said (after seeing the garden and the fields) "Have we lost our way?!" (These gardens and fields do not appear to be ours.) (When they were sure that the fields were actually theirs) They cried out, "We have surely been rendered destitute. We have lost everything." One of them who had always remained balanced and straight said, "Did I not caution you to keep your struggle in conformity with the Divine laws?" (You did not listen to me and now you have seen the result!) They said, "There is no doubt that we ignored the rights of the poor and needy. This amounts to transgression and injustice (*Zulm*). *Zulm* always brings about such an end." (On the other hand Allah Almighty is far above destroying people's labor without any reason.) Then they started blaming each other saying, "Oh, it was you who persuaded the others to adopt this attitude; and we became transgressors and rebelled against the Divine laws. Now we turn again towards the Divine laws and hope that He may give us better sustenance in exchange." (68:18-32) [Exposition Parwez]

Dear friends! The point was to explain to the garden owners that there was a share of poor in the fruit-laden gardens. This is the moral of the above story. So, all those who sit like snake on their wealth and power and oppose truth should take note. They will suffer similar fate as it happened to garden owners if they do not change their behavior. What a beautiful visual story the Quran has narrated to drive home and illustrate this point. The Quran gives perceptible practical examples to illustrate its principles. Note that examples the Quran gives are not abstract, conceptual, or ideological. Also, it does not just give a threat that they will be destroyed but it actually *shows* that the destruction *is* taking place. This is the way those whose mentality is like the one mentioned above are destroyed because they think they are on the right

path just because of the strength of their wealth and party, and oppose the truth. But ultimately, the situation will become such that nothing will remain of their wealth; or of their party; or even of their power. This is what happens. If only they could understand that this *'Azaab* will not be only in the Hereafter. This starts here, in this world. That is the only way those who want to, could learn from it. The Quran says: O Rasool! Tell them this is what Allah's *'Azaab* (destruction) *is*. You should tell these opponents that whoever rebels against the Divine laws will face similar destruction in this world; and the chastisement in the Hereafter would be more severe (68:33).

Adding to the Quran on one's own is Shirk

Dear friends! You should not be surprised when I say that *'Azaab* is in hereafter as well as here in *this* world; then I am not saying this on my own. Saying anything on one's own is *Shirk*. May Allah protect me from this? The above verse (68:33) clearly says that "whoever rebels against the divine laws will face destruction in this world; and the chastisement in the Hereafter would be more severe." The Quran itself is saying about the 'Azaab of this world. Humiliation, deprivation, subjugation, indigence, poverty, and dependence on others for basic needs of life; these are all the *'Azaab* in this world according to the Quran. We should not be under the false impression that we are the beloved *Ummah* of our beloved Prophet (PBUH); that we are beloved servants of Allah since we are Muslims; that *we* cannot suffer *'Azaab*, only non-Muslims will suffer it. Dear friends! These are all self-deceptions, and are not based on truth. Our mentality is that life in this world is very short and therefore the only *'Azaab* we need to worry about is that of the Hereafter. This mentality is wrong. My dear friends! Please remember! Those who are getting beaten and being trampled upon in this world will have no share in *Jannah* according to the Quran.

The result of transgressing the Divine laws: Destitution everywhere

The Quran says: O Prophet (PBUH)! Tell those who oppose you that

transgressing the Divine laws results in destitution in this world. That is how destruction comes: Barns are full of grains but the people are dying of hunger; trees laden with fruit become barren; the poor desperate for everythingthe children of the poor cannot even have a berry. This is how *'Azaab* occurs. In the example of the garden owners the destruction came from swarm of locusts. But this is just an example to illustrate the destruction. Swarm of human locusts is much more deadly. Everything may be there but the people still suffer hunger, poverty, and destitution all around due to wrong systems. Alas! The perpetrators of wrong system could understand this (68:33); that barn full grains become empty and fruit-laden trees become barren? If there is a wrong system then its perpetrators take everything and those who work hard and perspire day and night and produce the output remain deprived. This is *'Azaab*. How the Quran brings forth this *so* clearly!

The result of following the Divine laws: Abundance of sustenance

The Quran has talked about of another group: "On the contrary, people who are conscious of the Divine law of sustenance and development *of all* (and give priority to the rights of the poor and needy) will be bestowed with a blissful life in which every kind of comfort will be available (68:34)". There was an example of garden before. Here is also the description of garden *"Jannaatin Na'eem"* (68:34) but here all kinds of comfort will be available. Just think! "This is because We cannot treat people who obey Our laws in the same way as those who rebel against them. (When their paths are leading them in different directions, how can their destination be the same?) (68:35)." This is not possible. The Quran has given such an example that it is not a matter of ideology. Another place the Quran says that it will never be the case that *Kuffar* can dominate *Momins*. But the fact is that what we call now "Momins or Muslims" are under complete subjugation of non-Muslims!

The identity of Muslims

It cannot happen, according to the Quran, that Allah will make Muslims like

criminals. So, what is this that *Kuffar* are dominating Muslims? The only thing that one could conclude is that these are not Momins. The test for this is provided by the Quran; that Kuffar can never dominate the Momins; that Muslims can never be like criminals. What is the Quran saying? It is saying: What has happened to you that you make such decisions? Why do you make such wrong decisions? It is not right that crime is spreading in society so much and you say that this is temporary; that this is not a big deal; that this is nothing to do with being Muslims or Islam. But the Quran says otherwise: (They believe that they can do whatever they like, and there would be no one to question them.) Ask them, "What has happened to you that you are taking such decisions?" (68:36). Do you have a divine writ which says that no matter what course you adopt, the results would be to your liking? (68:37).

Dear friends! They say that Sir! it is not just one book but we have mountain of books in which these decisions are written that this world is for *Kuffar*; that it is for criminals. Momin will live in this world as a prisoner lives in jail. There are books in which it is told that poverty and indigence are the signs of pride; that humiliation and deprivation are signs of God's servants. These are the books which tell what you want to hear!

You preach your own books

Dear friends! Anyone who has in front of him the Quran cannot go anywhere. But when you have your own books that you preach then you can go everywhere. Those are the books that you teach in your Dar-ul-Uloom. You give sermons based on these books. You make laws according to these books. You have these books with you and you embrace them with all your heart and mind. Whatever you want, these books give them to you. All right! You want to get Sharia? These books will give it to you. The Quran says: "Have you taken a promise from Allah that no matter what decision you take, you are bound to gain? Heads or tails, you will always win? And that Allah will hold the promise good till the Day of Judgment; and that you can do whatever you like, for you will gain in every case?" (68:39). Whatever you desire you decide, whatever

law you like you make it, and whatever fatwa you want you pronounce; and you think all these are from God although they are based on your own books? Decisions are yours and you attribute to Allah. Do you think they will be become Islamic that way? Have you taken a promise from Allah about it? This *'Lamaa Tahkamoon'* is worth deep pondering. Dear friends! The Quran has said: *'Inil Hukmu illa lillah'* Judgment rests with none but Allah (6:57).

To attribute one's own decision to Allah – this is kufr

The Quran says: They who do not judge in accordance with the Quran are kafirs (5:44). So, do you have taken a promise from Allah or have you made an agreement with Him that whatever *you* decide that decision will be considered as coming from Allah? In (68:39) the word is "*Tahkamoon*" that means decision, govern, order, lawmaking. O Prophet! Ask them to bring their leader who bravely admits that he has made such an agreement with Allah and He has given full responsibility to him to carry out these decisions. Ask him to bring his partners and let him say that, yes; this is decision of the *sharia* sanctioned by Allah. Let them produce a book in which We have written these decisions; that they made promissory contract with Us. Ask them that if you do not know about it then bring your advisors who could produce such a contractual document: Ask them, "Who amongst you can dare say with absolute confidence that he has taken such a promise from Allah, which He is bound to honor? Furthermore, do they have any other partners? Then let them produce their partners to testify their claim." (68:40-41)

The difference between Secularism and Islamic government

Dear friends! One thing, one word decides the difference between Islamic system and non-Islamic system: Where "*Yahkum*" or "*Tahkum*", to judge, to order, to govern; if these are in accordance with the Quran then it is Islamic. And where "*Tahkamoon*" is that humans themselves judge, and do all the rest then it is secularism. Human judgment whether of today's humans or of past humans all come under the category of "*Tahkamoon*" in which humans pass

judgment. In Islamic system, or Islamic *sharia*, or Islamic government, humans do not pass judgments but the Book of Allah does. Judgment is only of Allah (6:57) and He does not include anyone in His judgment, in His governance (18:26). How in clear words it is told: What? These are some books which you read and teach. It is written in them that no matter what life and behavior you adopt, the result will come out according to your liking? (68:37-38). In these books, all laws are made by humans. All books of fiqh are made humans whether of today or of thousand years ago. Have you gotten a promise from Allah that you decide, you judge; and all your judgments then will be called Allah's judgments. If you are truthful then bring the proof for this; bring your partners also who could provide the proof. (68:40-41).

Dear friends! We will move forward and we will see how, when the results of their wrong system appear, that it will not be possible for them to escape it. This has come again and again that the destructive results of wrong systems do not appear quickly. The Quran calls this the period of respite. After this period of respite when the destructive fruit of the wrong system becomes ripe then the destruction comes in a form that fields become devastated, orchards and gardens become barren, wealth and possessions get ruined, families and parties get finished, and the Divine laws become dominant. That time Muslim and criminal cannot remain alike.

Dear friends! We reached verse 41 of Surah Al-Qalam today. We will take up from verse 42 in the next Dars.

O our Sustainer! Accept our humble efforts because you are fully aware of what we speak and what is hidden in our hearts. (2:127)